www.KitaboSunnat.com

سیدہ فاطمہ ؓ اور ابوجہل کا طمانچہ

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ سیدہ فاطمہ ؓ کو ایک مرتبہ ابوجہل نے کسی بات پر طمانچہ مار دیا۔

یقیناً سیدہ کی حق گوئی اور شجاعت کی بنا پر اس بزدل نے ہاتھ اٹھایا ہوگا۔ سیدہ گھر آئیں تو اپنے والد محترم سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیٹی! جاؤ اور ابوجہل کے اس تھپڑ کے متعلق ابوسفیان کو بتاؤ۔

سیدہ فاطمہ ؓ ابوسفیان کے پاس تشریف لے گئیں اور اس کو بتایا۔ ابوسفیان کافر تھا مگر اس میں اخلاقی قدریں موجود تھیں۔ اس نے سیدہ فاطمہ ؓ کو ساتھ لیا، ابوجہل کے پاس پہنچا اور سیدہ فاطمہ ؓ کے ہاتھ سے ان کا بدلہ دلوایا۔ اللہ کے رسول ﷺ کو جب اطلاع ملی تو آپ ﷺ کو اس پر فطری خوشی ہوئی۔ آپ ﷺ نے ابوسفیان کے لیے ہدایت کی دعا فرمائی اور وہ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہو گئے۔ [1]

"ابوسفیان نے سیدہ فاطمہ ؓ کو ساتھ لیا، ابوجہل کے پاس پہنچا اور سیدہ فاطمہ ؓ کے ہاتھ سے ان کا بدلہ دلوایا"

[1] أنساب الأشراف: 5/14.

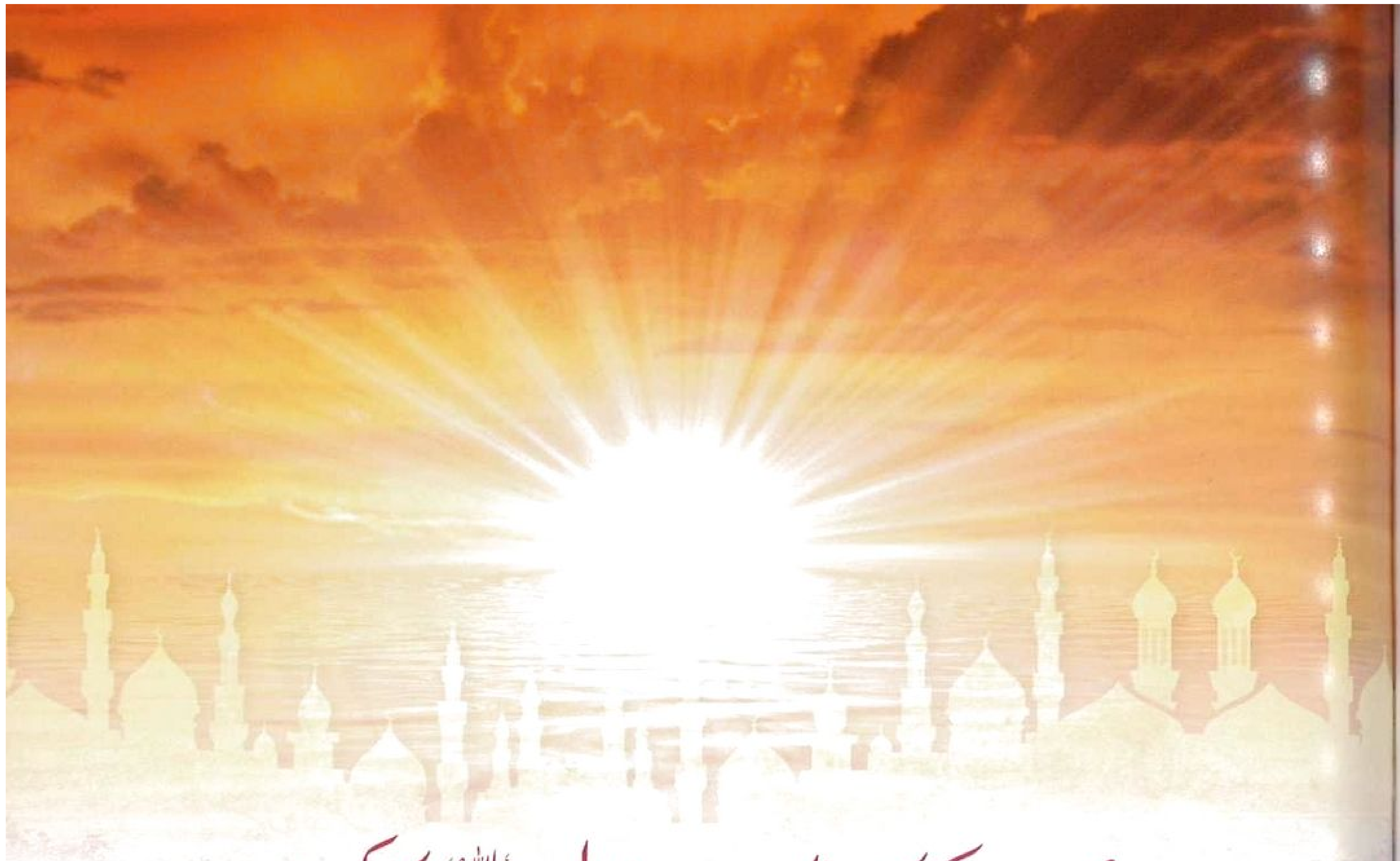

دعوت کے کام میں سیدہ فاطمہ ؓ کا کردار

سیدہ فاطمہ ؓ روزانہ یہ مناظر دیکھتی ہیں کہ کیسے ان کے والد محترم کو جادوگر، دیوانہ اور شاعر کہا جاتا ہے اور انہیں ظلم و زیادتی کا نشانہ بنایا جاتا ہے مگر وہ نہایت ثابت قدمی، جرأت اور بہادری سے آپ ﷺ کے دشمنوں کا مقابلہ کرتی ہیں۔ سیدہ فاطمہ ؓ اپنی والدہ اور بہنوں کے ساتھ اپنے والد گرامی کو تسلی دیتی ہیں۔ جب وہ گھر تشریف لاتے ہیں تو سیدہ فاطمہ ؓ پاس بیٹھ کر ان کی دل جوئی کرتی ہیں۔ اس طرح جہاں خود ان کی تربیت ہو رہی ہے وہاں وہ دین کی دعوت میں اپنا حصہ بھی ڈال رہی ہیں۔

شعب ابی طالب

شعب ابی طالب میں سیدہ فاطمہ ؓ بھی اپنے والدین کے ساتھ موجود تھیں۔ یہ مدت چند دن یا چند ماہ پر مشتمل نہ تھی بلکہ اذیت اور تکلیف کے مسلسل تین سال تھے۔ یہ خاندان بنو ہاشم کا سوشل بائیکاٹ تھا۔ کھانے پینے کے لیے کچھ نہ تھا۔ بس ایک گھاٹی تھی جہاں کئی کئی دن کا فاقہ تھا۔ مگر سیدہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاطمہ رضی اللہ عنہا خاندان کے دوسرے افراد کے ساتھ نہایت ثابت قدمی اور استقامت کے ساتھ اس مشکل دور کو جھیل رہی تھیں۔ دیکھا جائے تو وہ ایک شہزادی تھیں۔ کائنات کے امام کی بیٹی جن کو ان سے شدید محبت تھی۔ اگر اللہ چاہتا تو ان کو دنیا بھر کی نعمتیں میسر کر دی جاتیں۔ مگر اس گھرانے کی تربیت ہی فقر و فاقہ پر ہو رہی تھی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے وقت کا اکثر حصہ والدین کی خدمت و دل جوئی اور اللہ کی عبادت میں گزار دیتیں۔

> ”سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے وقت کا اکثر حصہ والدین کی خدمت و دل جوئی اور اللہ کی عبادت میں گزارتیں“

شعب ابی طالب سے نکلنے کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے مشکل ترین وقت آتا ہے۔ ان کی والدہ ماجدہ سَیِّدَۃُ نِسَاءِ الْعَالَمِینَ خدیجہ رضی اللہ عنہا زندگی کا سفر مکمل کر کے اپنے رب کے پاس چلی جاتی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس وقت ان کی عمر چھوٹی تھی۔ ماں کی شفقتوں اور محبتوں میں پلنے والی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا والدہ کی محبت سے محروم ہو جاتی ہیں۔ مگر یہ اللہ کے آخری رسول ﷺ کا گھرانہ ہے۔ یہاں ہر حالت میں اللہ کا شکر اور اسی کی طرف رجوع دکھائی دیتا ہے۔ قضا و قدر پر راضی رہنے والی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا والدہ کی جدائی کے وقت بھی انا للہ وانا الیہ راجعون ہی کہتی ہیں اور پھر تھوڑے ہی عرصہ بعد ان کے گھر میں سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین بن کر آ جاتی ہیں۔ ان کی عمر زیادہ تھی اور اللہ کے رسول ﷺ کی شادی کا بڑا مقصد بھی یہی تھا کہ گھر میں ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا موجود تھیں اور ان کی تربیت، دیکھ بھال اور دل جوئی کے لیے ایک سمجھ دار عورت کی ضرورت تھی، چنانچہ سیدات کو اپنی سوتیلی والدہ سے بہت پیار ملا اور انہوں نے ان سے بہت کچھ سیکھا۔

رسول اللہ ﷺ کے دفاع کے لیے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بھرپور کوششیں

مکہ کی فضاؤں میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی کو قتل کرنے کی تدابیر بروئے کار لائی جاتی ہیں مگر ان کو بچانے والا پوری حفاظت سے انہیں مدینہ منورہ پہنچا دیتا ہے۔ اس قسم کے واقعات سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ایمان اور یقین میں مزید اضافہ کرتے ہیں۔ انہیں یقین کامل ہوتا جاتا ہے کہ ان کا رب ان سے راضی ہے اور وہ کسی بھی حالت میں انہیں چھوڑنے والا نہیں ہے۔

مسند امام احمد بن حنبل میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ قریش کا ایک گروہ آپ ﷺ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا رہا تھا۔ وہ لوگ چاہتے تھے کہ آپ ﷺ کو گھیر لیں اور یکدم حملہ کر کے ختم کر دیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس وقت کمسن تھیں۔ انہوں نے یہ منصوبہ سن لیا اور جا کر اپنے ابو کو بتا دیا۔ اللہ کے رسول ﷺ کو اپنے مشن کی کامیابی کا اس قدر یقین تھا کہ ارشاد فرمایا: ”بیٹی! گھبراؤ نہیں، اللہ تعالیٰ ان سب کو ہلاک کر دے گا۔“ پھر سید المرسلین ﷺ گھر سے نکلے۔ آپ ﷺ کا رخ مسجد حرام کی طرف تھا۔ قریش کا ٹولہ وہیں بیٹھا تھا۔ آپ ﷺ نے زمین سے مٹھی بھر خاک اٹھائی اور ان کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا: شَاهَتِ الْوُجُوهُ یعنی یہ چہرے بگڑ جائیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مٹی ڈالتے ہی یہ معجزہ برپا ہوا کہ خاک جس جس کافر پر پڑی بدر کے دن اس کا نصیب بدر کا گندا کنواں تھا۔ ان کی نعشوں کو گھسیٹ کر اس میں پھینک دیا گیا۔[1] گستاخان رسول کا انجام یہی ہوتا ہے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ بچپن ہی سے نہایت بہادر اور جری تھیں۔ اپنے والد کا دفاع کرنے والی اور انہیں دشمن کی سازشوں سے آگاہ کرنے والی تھیں۔

[1] مسند أحمد:1/303.

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ہجرت

اللہ کے رسول ﷺ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ بخیریت پہنچتے ہیں تو چند دن کے بعد ہی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی اپنی بہن ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور امی سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچ جاتی ہیں۔ ان کے ساتھ اس قافلے میں اسامہ بن زید، ام ایمن اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تمام اہل خانہ بھی شامل تھے۔[1] سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب اپنے اہل خاندان کے ہمراہ مدینہ منورہ پہنچیں تو ان کے پہنچنے سے قبل ہی مسجد نبوی کے قریب ان کے لیے چھوٹے چھوٹے حجروں کا بندوبست ہو چکا تھا۔

[1] الهجرة النبوية المباركة للدكتور عبدالرحمن البر، ص: 128.

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مدینہ طیبہ میں موجودگی کے دوران ہی (2) ہجری میں غزوۂ بدر ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو فتح نصیب ہوتی ہے۔ وہاں ان کو اپنی بڑی بہن سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی جدائی کا صدمہ بھی پہنچتا ہے۔ جن کا انتقال غزوہ بدر کے فوراً بعد ہوا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح

خاندان نبوت کے ساتھ رشتہ اور تعلق داری بڑے اعزاز کی بات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے بھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ طلب کیا مگر آپ ﷺ نے دونوں میں سے ہر ایک کو یہ جواب دیا: (أَنْتَظِرُ بِهَا الْقَضَاءَ) ''میں فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا منتظر ہوں۔'' پھر ان دونوں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ طلب کریں۔ انہوں نے تعجب سے کہا: ''کیا آپ دونوں کے بعد!'' مراد یہ تھی کہ جب آپ کو انکار ہوا ہے تو مجھے ہاں کیسے ہو سکتی ہے؟

"میں فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا منتظر ہوں"

مگر ان دونوں نے انہیں ہمت دلائی اور کہا کہ آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ ضرور طلب کریں۔ کیونکہ آپ ان کے قریبی رشتے دار ہیں، آپ کو انکار نہیں ہوگا، چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے رشتہ طلب کیا تو آپ ﷺ نے اس پر سکوت فرمایا۔[1]

[1] الطبقات لابن سعد: 8/19.

ایک دوسری روایت میں ہے کہ بعض انصار نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی ترغیب دی اور انہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصرار کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت ادب واحترام سے اپنا مدعا پیش کیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ أهلاً و سهلاً مرحباً اور پھر خاموش ہوگئے۔ ادھر انصار رضی اللہ عنہم باہر کھڑے انتظار کررہے تھے کہ کیا جواب ملتا ہے۔ ان کی نیک خواہشات اور دعائیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ باہر آئے تو انصار نے ان سے پوچھا کہ تفصیل سے بتائیں کیا جواب ملا۔ جب انہوں نے آپ ﷺ کا جواب سنایا تو انصار نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مبارکباد دی کہ آپ ﷺ نے آپ کو اپنی فرزندی میں لے لیا ہے۔[1]

[1] سبل الهدى والرشاد: 40/11، والطبقات لابن سعد: 21/8.

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پیغام اور خواہش کے بارے میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بھی مشورہ ہوا اور انہوں نے بھی رضامندی کا اظہار کیا۔ ادھر زمین پر یہ فیصلہ ہورہا تھا، ادھر آسمانوں پر بھی اللہ رب العزت نے اس فیصلے کی توثیق فرمادی۔ آپ ﷺ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا: جاؤ! ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عبدالرحمٰن بن عوف اور دیگر صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) کو بلا لاؤ۔ جب یہ سارے کبار صحابہ تشریف لے آئے تو ارشاد فرمایا: ''اے مہاجرین وانصار کی جماعت! ابھی جبریل علیہ السلام میرے پاس وحی لے کر آئے ہیں اور انہوں نے بھی اس رشتے کی توثیق کردی ہے۔''[1]

اے مہاجرین وانصار کی جماعت! ابھی جبریل علیہ السلام میرے پاس وحی لے کر آئے ہیں اور انہوں نے بھی اس رشتے کی توثیق کردی ہے

[1] السيدة فاطمة الزهراء: 194/1، والدر المنثور في طبقات ربات الخدور: 493/1.

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام لائے تو آپ ﷺ نے پوچھا: ''تمہارے پاس مہر میں دینے کے لیے کیا ہے؟'' عرض کی: میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا: ''تمہاری ''حطمیہ'' نامی وہ زرہ کہاں ہے جو میں نے تمہیں دی تھی؟'' عرض کیا: وہ میرے پاس موجود ہے۔ ارشاد فرمایا: ''وہ مہر میں فاطمہ کو دے دو۔''[1] زرہ کی بازار میں قیمت 400 درہم اور بعض روایات کے مطابق 480 درہم لگی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر یہی تھا۔

[1] الإصابة: 264/8، وسنن أبي داود، حديث: 2125.

سیرت نگاروں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس زرہ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے خریدا اور جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو قیمت ادا کردی تو زرہ کو اپنے قبضے میں لیا اور بعد میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بطور تحفہ واپس دے دی۔[1]

[1] السيرة الحلبية: 69/4.

راقم کے نزدیک اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کہ اب وہ ایک دوسرے کے ہم زلف بھی بن گئے تھے۔ اور یہ محبت اور پیار کی ایک خوبصورت مثال ہے۔ وہ منظر کتنا خوب صورت اور شاندار ہوگا کہ جب سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا نکاح سيدة نساء أهل الجنة فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کیا جارہا ہوگا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام لائے تو آپ ﷺ نے پوچھا: ''تمہارے پاس مہر میں دینے کے لیے کیا ہے؟'' عرض کی: میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا: ''تمہاری ''حطمیہ'' نامی وہ زرہ کہاں ہے جو میں نے تمہیں دی تھی؟'' عرض کیا: وہ میرے پاس موجود ہے۔ ارشاد فرمایا: ''وہ مہر میں فاطمہ کو دے دو۔''[1] زرہ کی بازار میں قیمت 400 درہم اور بعض روایات کے مطابق 480 درہم لگی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر یہی تھا۔

[1] الإصابة: 264/8، وسنن أبي داود، حديث: 2125.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے رسول ﷺ نے خطبۂ نکاح پڑھا۔ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''میں نے چار سو مثقال چاندی کے مہر پر فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے تمہارا نکاح کر دیا ہے۔ (یہ رقم تقریباً 280 درھم بنتی ہے) کیا تمہیں قبول ہے؟'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''قبول ہے۔'' اس کے بعد سرور کائنات ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی اور پیارے داماد کے لیے یوں دعا فرمائی:

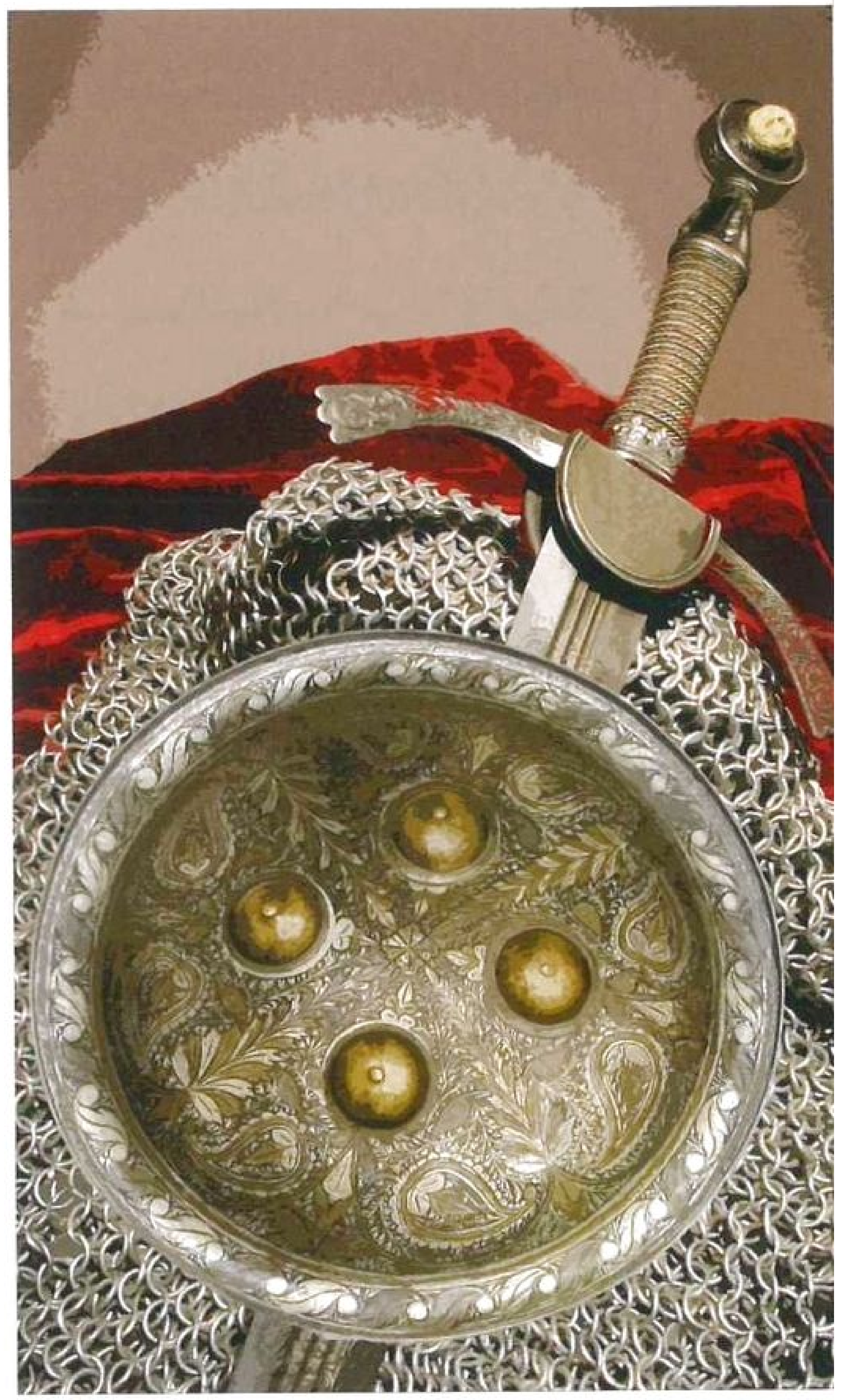

(اَللّٰهُمَّ! بَارِكْ فِيهِمَا وَبَارِكْ عَلَيْهِمَا وَبَارِكْ لَهُمَا فِي نَسْلِهِمَا)

''اے اللہ! ان دونوں میں، ان دونوں پر اور ان کی نسل میں برکت عطا فرما۔''

اس موقع پر حاضرین کی شہد کے شربت اور کھجوروں سے تواضع کی گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مہر کی رقم سے کچھ حصہ گھریلو اشیاء اور خوشبو پر صرف کر دو۔ [1]

[1] الطبقات لابن سعد: 22,21/8.

شادی کی تاریخ کے بارے میں اختلاف ہے۔ مختلف سیرت نگاروں نے مختلف تواریخ لکھی ہیں۔ اکثریت کے مطابق شادی غزوۂ بدر کے بعد ہوئی اور رخصتی عقد نکاح کے چار ماہ یا چھ ماہ بعد ہوئی۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی یہ پہلی شادی تھی اور انہوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں دوسری شادی نہیں کی۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کی کچھ مزید تفصیل

آیئے ذرا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے حالات کا جائزہ لیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سرور کائنات ﷺ کی سب سے پیاری اور لاڈلی بیٹی تھیں۔ اگر آپ چاہتے تو انکے لیے بہت قیمتی جہیز میسر ہو سکتا تھا۔ جب ان کا نکاح ہوا اس وقت مدینہ کی ریاست قائم ہو چکی تھی۔ غزوۂ بدر ہو چکا تھا۔ مشرکین مکہ کی طاقت پاش پاش ہو چکی تھی۔ پورا عرب آپ ﷺ سے مرعوب تھا۔ گرد و پیش کے علاقوں میں آپ ﷺ کا اثر و رسوخ پھیل چکا تھا۔ حالات انتہائی شاندار مستقبل کا پتہ دے رہے تھے۔ لیکن ذرا غور کریں کہ اس موقع پر آپ ﷺ نے اپنی لاڈلی بیٹی کو جہیز میں کیا دیا؟ یہ شادی خاندان نبوت کی سادگی کی بہت بڑی مثال تھی۔ اس شادی پر غور کریں تو خاندان نبوت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اندازِ حیات کے تمام پہلو کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ آپ نے سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ کو جہیز میں کیا دیا؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدہ فاطمۃ الزہراء ؓ کا جہیز

سیدہ فاطمہ ؓ کو جو جہیز دیا گیا وہ نہایت سادہ اور مختصر تھا۔ ہر چند کہ اس وقت بدر کی غنیمت کا مال بھی آچکا تھا۔ پہلے والی تنگی کا دور نہ تھا۔ اگر آپ ﷺ اشارہ کرتے تو آپ کے جاں نثار سیدہ فاطمہ ؓ کے جہیز کے لیے سامان کا ڈھیر لگا دیتے۔ لیکن اس گھرانے میں سادگی تھی، شرافت تھی، تواضع تھی اور غریبوں کے ساتھ ہمدردی تھی۔ سیدہ فاطمہ ؓ کو جو سامان دیا گیا اس میں: ① مصری کپڑے کا ایک بستر جس میں اون بھری گئی تھی۔ ② ایک منقش پلنگ یا تخت۔ ③ چمڑے کا ایک تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری گئی تھی۔ ④ مٹی کے دو برتن یا ایک گھڑا۔ ⑤ ایک مشکیزہ۔ ⑥ ایک پیالہ۔ ⑦ ایک چکی آٹا یا ستو وغیرہ پیسنے کے لیے۔ ⑧ ایک جائے نماز۔ ⑨ دو چادریں۔ ⑩ اور چاندی کے دو بازو بند شامل تھے۔[1]

---

① ان اشیاء کا ذکر مختلف روایات میں ملتا ہے۔ الطبقات الکبریٰ: 25/8، سنن ابن ماجه، حديث: 1119، ومسند أحمد: 108/1,107/1,104/1,92/1.

سیدہ فاطمہ ؓ کی رخصتی

امام طبرانی نے سیدہ اسماء بنت عمیس ؓ کی روایت بیان کی ہے، وہ کہتی ہیں:

''جب سیدہ فاطمہ ؓ کو دلہن بنا کر سیدنا علی ؓ کے پاس بھیجنے کا موقع تھا تو ہمیں گھر میں ایک چٹائی، ایک تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور ایک جگ نما برتن کے سوا کچھ نہ ملا۔ جب وہ شوہر کے گھر پہنچ گئیں تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی لخت جگر کی طرف پیغام ارسال کیا کہ بیٹی! اپنی نئی زندگی شروع کرنے سے پہلے میرا انتظار کرنا۔ جب آپ ﷺ سیدہ فاطمہ ؓ کی رہائش گاہ پر پہنچے تو پوچھا: ''کیا میرا بھائی (علی) گھر میں موجود ہے؟'' ام ایمن ؓ جو حبشیہ تھیں اور اسامہ بن زید ؓ کی والدہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک صالحہ اور سمجھ دار خاتون بھی تھیں، انہوں نے پوچھ لیا: اللہ کے رسول! سیدنا علی ؓ بیک وقت آپ کے بھائی اور داماد کیسے ہو سکتے ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے چونکہ مؤاخات مدینہ کے موقع پر اپنی مؤاخات سیدنا علی ؓ سے قائم کی تھی۔ اس تناظر میں فرمایا: ام ایمن! کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے ایک برتن میں پانی منگوایا، پھر جو اللہ نے چاہا پڑھتے رہے اور پھر سیدہ فاطمہ ؓ کو بلایا۔ سیدہ فاطمہ ؓ شدت حیا کے باعث بمشکل چلتی ہوئی حاضر ہوئیں۔ آپ ﷺ نے پانی ان پر چھڑک دیا اور فرمایا: بیٹی! میں نے تمہاری شادی اپنے خاندان کے بہترین شخص سے کی ہے۔ اچانک پردے کے پیچھے آپ ﷺ کو انسانی ہیولا نظر آیا۔ آپ نے سوال کیا: کون ہے؟ خاتون نے کہا: یارسول اللہ! میں اسماء بنت عمیس ہوں۔

> ''آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹی! میں نے تمہاری شادی اپنے خاندان کے بہترین شخص سے کی ہے''

فرمایا: اسماء! تم میری خاطر فاطمہ (ؓ) کے پاس آئی ہو؟ عرض کی: یارسول اللہ! کوئی لڑکی جب دلہن بن کر آتی ہے تو اقارب میں سے ایک خاتون کا اس کے پاس ہونا بہت اچھا رہتا ہے۔ وہ اس کی ضروریات پوری کر دیتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اُن کے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی۔ اسماء ؓ کہتی ہیں: میں سمجھتی ہوں کہ میرا یہ عمل بہت ہی قیمتی اور پسندیدہ تھا۔''[1]

---

① المعجم الكبير للطبراني: 137/24.

سیدنا علی ؓ فرماتے ہیں: ''میری سیدہ فاطمہ ؓ سے شادی ہوئی تو ہمارے پاس ایک مینڈھے کی کھال کے سوا کوئی بستر نہ تھا۔ ہم رات کو اس پر سوتے اور دن کو اس میں اونٹ کا چارہ باندھ کر لاتے۔ ہمارے پاس کوئی خادم بھی نہ تھا۔''[1]

---

① الطبقات لابن سعد: 22/8.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رہائش گاہ

سیدنا علی ﷺ اپنی شادی سے قبل نبی کریم ﷺ کے پاس ہی رہائش پذیر تھے۔ جب شادی کی بات چلی تو علیحدہ گھر کی ضرورت محسوس ہوئی۔ جو گھر ملا وہ آپ ﷺ کے گھر سے قدرے دور تھا۔ آپ ﷺ کی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بھی خواہش تھی کہ گھر قریب ہو تاکہ آنے جانے میں آسانی رہے۔ حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ انصاری صحابی تھے۔ ان کے پاس مدینہ طیبہ میں کئی ایک گھر تھے، جن میں سے چند مسجد نبوی کے قریب بھی تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے مختلف دینی مقاصد کے لیے یکے بعد دیگرے کئی مکان پیش کیے۔ ایک دن سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: ابا جان! حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے بات کریں، ان کے کئی مکان اب بھی مسجد نبوی کے قریب ہیں، وہ ایک مکان میرے لیے خالی کر دیں۔ ارشاد ہوا: ''اب تو حارثہ سے مکان طلب کرتے ہوئے مجھے شرم محسوس ہوتی ہے۔'' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا والد گرامی کا اشارہ پا کر خاموش ہو گئیں۔

ادھر کسی طرح سیدنا حارثہ رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کی خواہش کا علم ہو گیا ...... اور پھر محبت اسی کو کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے سب مکانات آپ کے لیے حاضر ہیں۔ میرے یہ گھر بنو نجار کے گھروں میں سے آپ کے گھر کے سب سے زیادہ قریب ہیں۔

طبقات ابن سعد میں حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے بڑے عمدہ الفاظ یوں بیان ہوئے ہیں:

(هٰذِهِ مَنَازِلِي وَهِيَ أَسْقَبُ بُيُوتِ بَنِي النَّجَّارِ بِكَ، وَإِنَّمَا أَنَا وَمَالِي لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ. وَاللّٰهِ! يَا رَسُولَ اللّٰهِ! اَلَّذِي تَأْخُذُ مِنِّي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الَّذِي تَدَعُ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: صَدَقْتَ وَبَارَكَ اللّٰهُ عَلَيْكَ)

''یا رسول اللہ! یہ میرے مکانات ہیں جو بنو نجار کے گھروں میں سے آپ کے گھر سے قریب ترین واقع ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ میں اور میرا تمام مال اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہے۔ یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! آپ میری جو جائداد قبول فرما لیں گے وہ مجھے اپنے پاس موجود اموال سے زیادہ محبوب ہو گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حارثہ! تم نے سچ کہا ہے، اللہ تمہیں برکتیں عطا فرمائے۔''

اس طرح سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر آپ ﷺ کے گھر کے قریب تر ہو گیا۔[1]

[1] الطبقات لابن سعد: 8/166.

مدینہ منورہ کی ایک پرانی تصویر

www.KitaboSunnat.com

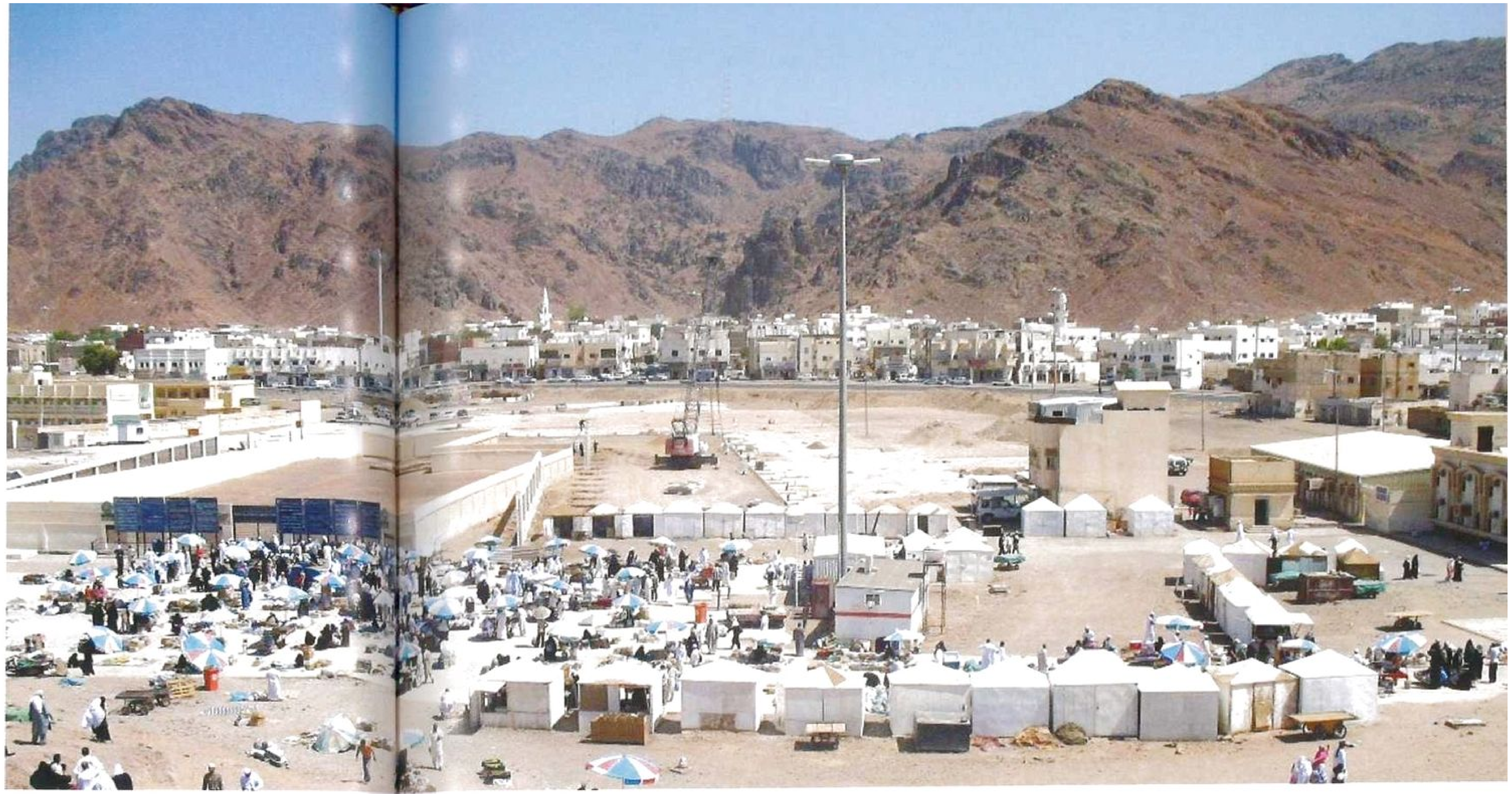

غزوۂ احد میں شرکت

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ غزوۂ احد کا موقع آ گیا۔ قارئین کرام بخوبی جانتے ہیں کہ کافروں کو جنگ میں جوش دلانے کے لیے قریش کی (14) عورتیں بھی آئی تھیں اور شمشیر زنی اور مار دھاڑ کے لیے فوجیوں کے جذبات کو برانگیختہ کر رہی تھیں۔

اسلام میں عورتوں کا جہاد کے لیے نکلنا اور مردوں کے شانہ بشانہ لڑائی کرنا مستحسن نہیں مگر جب مشکل وقت آئے تو اس وقت مسلمان عورتیں بھی اپنا محدود کردار ادا کر سکتی ہیں۔ غزوۂ احد میں دن کے آخری حصے میں مدینہ طیبہ میں یہ افواہ پہنچ چکی تھی کہ آپ ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ جنگ کے خاتمے کے بعد کچھ مسلمان خواتین میدان جنگ میں پہنچیں۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے سیدہ عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا اور (اپنی والدہ) ام سلیم رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ پنڈلی کی پازیب تک کپڑے چڑھائے پیٹھ پر پانی کے مشکیزے لا رہی تھیں اور زخمیوں کو پلا رہی تھیں۔ انہی خواتین میں سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔ [1]

[1] صحيح البخاري، حديث:2880.

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے خوب معلوم ہے کہ احد کے میدان میں آپ ﷺ کا زخم کس نے دھویا، پانی کس نے بہایا اور علاج کس چیز سے کیا گیا؟ پھر خود ہی ان سوالات کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں: ''آپ ﷺ کی لخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کا زخم دھو رہی تھیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ڈھال سے پانی بہا رہے تھے اور جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ پانی کے سبب خون بڑھتا ہی جا رہا ہے تو انہوں نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لیا اور اسے جلا کر چپکا دیا جس سے خون رک گیا۔'' [1] اس طرح سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے میدان جنگ میں عملی طور پر شرکت فرمائی اور اپنے والد گرامی کو طبی امداد بہم پہنچائی۔

[1] صحيح البخاري، حديث:4075.

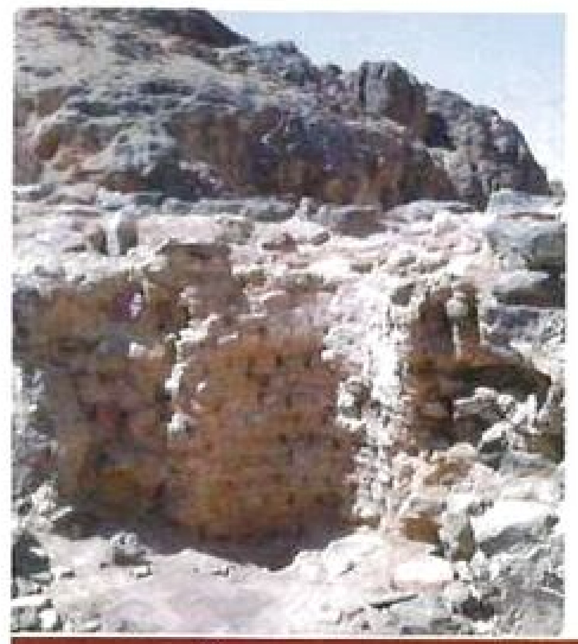

احد کے دامن میں واقع مسجد شہدا اور پہاڑ پر موجود مسجد الفسح کا منظر، مجاہدین نے غزوہ احد میں اس مقام پر نماز ادا کی تھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میاں بیوی کی مثالی زندگی

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بہت زیادہ عزت اور احترام کرتے تھے۔ بلاشبہ وہ آپ ﷺ کی لاڈلی اور پیاری بیٹی تھیں۔ خاتون جنت تھیں۔ ادھر اللہ کے رسول ﷺ بھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تربیت کرتے اور ان سے فرماتے کہ اپنے شوہر کی ہر طرح اطاعت اور فرماں برداری کریں۔ کبھی کبھار گھر میں کوئی بات ہو ہی جاتی ہے مگر دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اگر اس گھر میں کبھی کوئی مسئلہ پیدا ہوا تو اس کا حل کس خوب صورتی سے تلاش کیا گیا۔ ہوا یوں کہ ایک مرتبہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کوئی بات ہوگئی اور وہ مسجد نبوی کے صحن میں آکر لیٹ گئے۔ اللہ کے رسول ﷺ کو علم ہوا تو اپنی بیٹی کے پاس تشریف لے گئے اور پوچھا: بیٹی! تمھارا چچازاد کہاں گیا؟ انھوں نے عرض کی: وہ مسجد میں لیٹے ہوئے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کا رخ اب مسجد نبوی کی طرف تھا۔ دیکھا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ زمین پر لیٹے ہوئے ہیں۔ چادر اتر جانے کی وجہ سے ان کی پشت پر مٹی لگی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اپنے داماد کے جسم سے بڑی محبت سے مٹی جھاڑی اور مسکراتے ہوئے فرمایا: 'قُمْ أَبَا تُرَاب!' ''ابوتراب! کھڑے ہو جاؤ۔'' وہ کھڑے ہوگئے۔ اپنے آقا کے مسکراتے ہوئے چہرے کو دیکھا تو گھر کی ساری بات بھول گئے، البتہ وہ لقب جو سرور کائنات ﷺ نے عطا فرمایا تھا اسے ہمیشہ یاد رکھا اور اتنا پسند کیا کہ ان کا سب سے پسندیدہ لقب یہی ٹھہرا۔[1]

① صحيح مسلم، حديث: 2409.

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد

"سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی ولادت پر رسول اللہ ﷺ بیٹی کے گھر گئے اور اپنے مبارک ہاتھوں سے حسن رضی اللہ عنہ کو گھٹی دی"

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کو ایک ہی سال گزرا تھا کہ ان کے آنگن میں ایک خوبصوت پھول کھلا۔ یہ ہجرت کا تیسرا سال تھا جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی پیدائش ہوئی۔ اللہ کے رسول ﷺ کو نواسے کی آمد سے بڑی خوشی ہوئی۔ آپ ﷺ اپنی بیٹی کے گھر تشریف لے گئے اور بچے کو اپنے مبارک ہاتھوں سے گھٹی دی۔ اس طرح دست رسالت مآب کی برکت سے حکمت، دانائی، علم اور تقویٰ ان کے جسم میں داخل ہوگیا۔ آپ ﷺ نے نومولود کا نام حسن رکھا۔ ساتویں دن سیدنا حسن کے سر کے بال اتروائے گئے اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی فقراء میں تقسیم کی گئی۔[1]

① جامع الترمذي، حديث: 1519.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں دوسرے بیٹے سیدنا حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی پیدائش شعبان 4 ہجری میں ہوئی۔ ان کے علاوہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ایک صاحبزادے محسن رضی اللہ عنہ اور دو بیٹیاں سیدہ زینب اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھیں۔ آپ ﷺ کو ان سب سے بہت محبت تھی۔ ان کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں جن میں سے بعض ہم آگے جا کر تفصیل سے ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تربیت

احادیث اور روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کو نہایت درجہ محبوب تھیں، مگر اس کے باوجود اللہ کے رسول ﷺ ان سمیت اپنے تمام رشتہ داروں کو اس بات کی تلقین فرماتے تھے کہ وہ لوگ آپ ﷺ کے بھروسے پر نہ رہیں بلکہ اللہ کے ہاں نجات پانے کے لیے پیہم کوشش جاری رکھیں اور ہمہ وقت مصروف عمل رہیں۔

"اے جماعت قریش! اپنے آپ کو بچاؤ اللہ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہیں آؤں گا"

بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں: چونکہ ہماری نسبت فلاں شخصیت کے ساتھ ہے، ہم ان کے قریبی ہیں، ان کی اولاد میں سے ہیں اور یہاں تک کہ ہم ان کے مرید ہیں، وہ ہمیں چھڑا لیں گے، اس لیے ہمیں اللہ کی عبادت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

مگر جب ہم سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے حالات پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ خود اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو نماز تہجد پڑھنے کی ترغیب دلائی۔

سنن نسائی میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور میاں بیوی سے پوچھا: کیا تم

دونوں تہجد نہیں پڑھا کرتے؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں، وہ جب ہمیں اٹھانا چاہے گا اٹھا لے گا۔ آپ ﷺ اس پر رنجیدہ خاطر ہوئے اور اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے لوٹ آئے۔ آپ ﷺ ارشاد فرما رہے تھے:

﴿وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا﴾ "انسان سب سے بڑھ کر جھگڑالو واقع ہوا ہے۔"[1]

[1] سنن النسائي، حديث: 1613.

قارئین کرام! ذرا غور فرمائیں رسول اللہ ﷺ اپنی پیاری اولاد کو نماز تہجد کی تلقین فرما رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنی تمام تر محبت کے باوجود اپنی بیٹی اور دوسرے رشتہ داروں سے یہ فرمایا کہ انہیں اعمال صالحہ انجام دینا ہوں گے، تقویٰ کی راہ اختیار کرنا ہوگی اور اپنی نجات کے لیے کوشش کرنا ہوگی۔ اسی لیے ایک دن آپ ﷺ نے اپنے رشتے داروں کو جمع کر کے ارشاد فرمایا:

«يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! اِشْتَرُوا أَنْفُسَكُمْ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ! لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، يَا عَبَّاسُ بْنَ عَبْدِالْمُطَّلِبِ! لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، وَيَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُولِ اللّٰهِ! لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، وَيَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ! سَلِينِي مَا شِئْتِ مِنْ مَالِي، لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا»

"اے جماعت قریش! اپنے آپ کو بچاؤ اللہ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہیں آؤں گا۔ اے بنی عبد مناف! اے عباس بن عبد المطلب! اے صفیہ رسول اللہ کی پھوپھی! میں اللہ کے ہاں تمہارے کام نہیں آؤں گا۔ اے فاطمہ بنت محمد! میرے مال میں سے جتنا چاہو مانگ لو لیکن اللہ کے ہاں میں تمہارے کام نہیں آؤں گا۔"[1]

اللہ کے رسول ﷺ تو اپنی بیٹی کی تربیت تقویٰ اور عبادت پر کر رہے ہیں۔ دنیا کے مال و متاع کی نہیں بلکہ فقر کی ترغیب دلا رہے ہیں۔

[1] صحيح البخاري، حديث: 4771.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاطمہ بیٹی! کیا تمہیں اچھا لگے گا کہ لوگ کہیں:
رسول اللہ (ﷺ) کی بیٹی اور اس کے ہاتھ میں آگ کی زنجیر؟

ذرا اس واقعے کو پڑھیں اور غور فرمائیں کہ کائنات کے امام نے اپنی بیٹی کو کس طرح ترغیباتِ دنیا سے دور رہنے کی تلقین کی اور اختیارِ فقر کی راہ دکھلائی۔ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے، میں بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ میں سونے کی زنجیر تھی۔ کہنے لگیں: یہ زیور مجھے ابوالحسن (سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) نے لا کر دیا ہے۔

قارئین کرام! تربیت اسے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(يَا فَاطِمَةُ! أَيَسُرُّكِ أَنْ يَّقُولَ النَّاسُ: اِبْنَةُ رَسُولِ اللّٰهِ(ﷺ) وَفِي يَدِهَا سِلْسِلَةٌ مِنْ نَارٍ؟ ثُمَّ خَرَجَ وَلَمْ يَقْعُدْ . فَعَمَدَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بِالسِّلْسِلَةِ إِلَى السُّوقِ فَبَاعَتْهَا، فَاشْتَرَتْ بِهَا غُلَامًا فَأَعْتَقَتْهُ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي نَجّٰى فَاطِمَةَ مِنَ النَّارِ)

''فاطمہ بیٹی! کیا تمہیں اچھا لگے گا کہ لوگ کہیں: رسول اللہ (ﷺ) کی بیٹی اور اس کے ہاتھ میں آگ کی زنجیر؟ آپ ﷺ نے یہ فرمایا اور تشریف رکھے بغیر جلدی سے نکل گئے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے (والدگرامی کی یہ ناگواری دیکھی تو) فوراً اس ہار کو بازار میں فروخت کے لیے بھیج دیا۔ اس کی قیمت سے ایک غلام خریدا اور اسے اللہ کی راہ میں آزاد کر دیا۔ جب اللہ کے رسول ﷺ کو معلوم ہوا تو ارشاد فرمایا: ''اس اللہ کا شکر ہے جس نے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو آگ سے نجات عطا کر دی ہے۔''[1]

① المستدرك للحاكم: 3/154.

غلام سے بہتر تحفہ

شادی کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی بہت سادگی، مکمل خوشی اور کامل سکون سے گزری۔ وہ گھر کے سب کام خود کرتیں، چکی پیستیں، روٹی پکاتیں۔ گھر کی صفائی اور کپڑے دھونے کے لیے کوئی نوکر یا غلام نہ تھا۔ چکی پیستے پیستے جب ان کے ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز سیدہ نے مجھ سے اس صورت حال کا تذکرہ کیا۔ اسی دوران رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ غلام آئے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں مگر آپ ﷺ گھر پر موجود نہ تھے۔ سیدہ نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سارا ماجرا ذکر کیا اور واپس تشریف لے گئیں۔ جب رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لائے تو ام المومنین نے سیدہ فاطمہ کی تشریف آوری اور ان کے حالات سے آپ ﷺ کو مطلع کیا۔

سیدنا علی ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ ہمارے گھر اس وقت تشریف لائے جب ہم سونے کے لیے بستروں پر لیٹ چکے تھے۔ مجھے اللہ کے رسول ﷺ کی تشریف آوری کا علم ہوا تو میں آپ کے استقبال کے لیے اٹھنے لگا، مگر آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی اپنی جگہ لیٹے رہیے۔ آپ ﷺ نہایت بے تکلفی سے ہم دونوں کے درمیان تشریف فرما ہو گئے حتی کہ آپ کے قدموں کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹھنڈک میں نے اپنی چھاتی میں محسوس کی۔ آپ ﷺ نے نہایت محبت وشفقت سے فرمایا: میں تمہیں ایک ایسا تحفہ نہ دوں جو تمہارے لیے خادم سے کہیں بہتر ہے:

''جب تم سونے کے لیے بستر پر لیٹو تو (33) مرتبہ سبحان اللہ، (33) مرتبہ الحمد للہ اور (34) مرتبہ اللہ اکبر کہو۔ یہ تمہارے لیے غلام سے کہیں بہتر ہے۔''①

① صحيح البخاري، حديث: 3705.

رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شدید محبت کے باوجود انہیں خادمہ یا غلام نہیں دیا۔ وہ ان کو عزیمت اور سادگی کا درس دینا چاہتے تھے اور امت محمدیہ کے لیے انہیں مثال بنانا چاہتے تھے۔ اگر آپ ﷺ غلام یا لونڈی دے بھی دیتے تو بھی درست تھا۔ مگر آپ نے اپنی بیٹی اور داماد کی سوچ اور فکر دنیاوی مال ومنال سے ہٹا کر توکل علی اللہ اور اللہ تعالیٰ ہی سے ہر حال میں مدد طلب کرنے کی طرف مبذول کروانے کو ترجیح دی۔

حدود اللہ کی پاسداری

ذرا وہ واقعہ بھی ذہن میں لائیں کہ جب بنو مخزوم خاندان کی فاطمہ نامی عورت نے چوری کی اور مقدمہ آپ ﷺ کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ بنو مخزوم ابو جہل کا خاندان تھا۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کی اہلیہ محترمہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی اسی خاندان سے تھیں۔ یہ قریشی خاندان تھا۔ مگر انسان ہونے

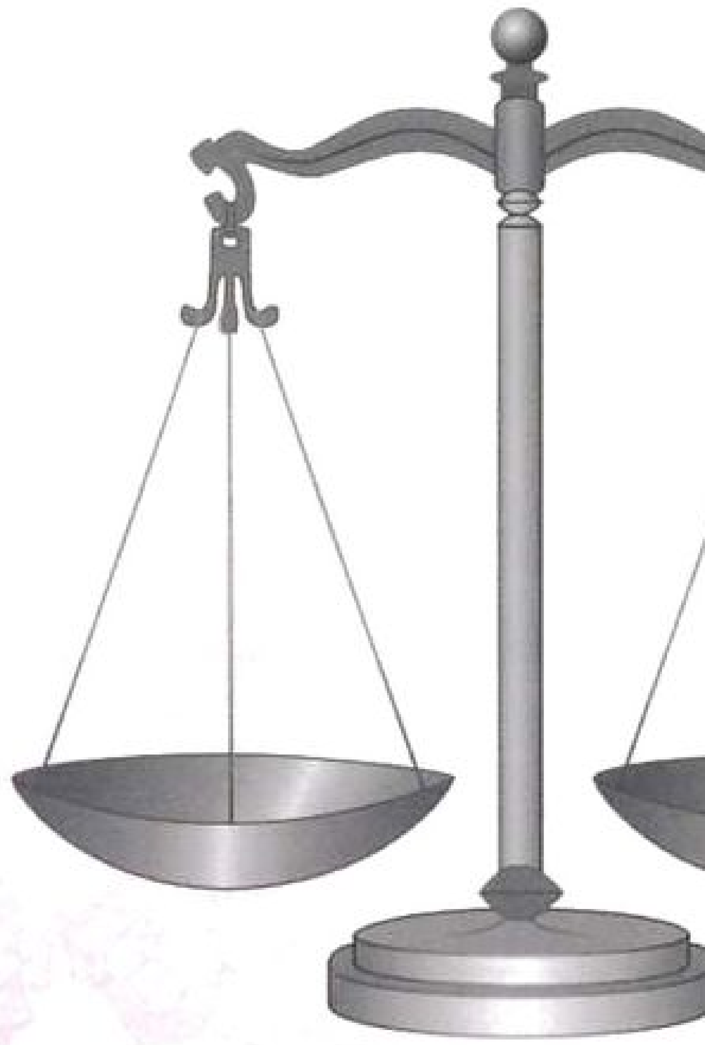

کے ناطے غلطی ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں۔ جب مقدمہ آپ ﷺ کے سامنے پیش ہوا تو قریش نے سفارشی تلاش کیے۔ ان سب کی نظر اس شخصیت پر جا رکی جس سے اللہ کے رسول ﷺ نہ صرف نہایت محبت کرتے تھے بلکہ اپنی اولاد کی طرح چاہتے تھے۔ یہ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما تھے۔ جب انہوں نے فاطمہ مخزومیہ کی سفارش کی تو ارشاد ہوا:

﴿أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللّٰهِ ...... وَأَيْمُ اللّٰهِ! لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا﴾

''اسامہ! کیا تم اللہ کی حدود میں سفارش کرتے ہو؟! اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کا ارتکاب کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔''①

"اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کا ارتکاب کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا"

① صحيح البخاري، حديث: 3475.

قارئین کرام! دنیا کی تمام چیزوں سے بڑھ کر اللہ سے محبت کرنا انبیاء کا شیوہ رہا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی اولاد کو بھی دنیا کی تمام محبتوں سے بڑھ کر اللہ کی محبت سکھلائی اور خود رسول اللہ ﷺ کی مبارک زندگی کو دیکھیں تو نظر آتا ہے کہ راتوں کو عبادت میں کھڑے کھڑے آپ ﷺ کے قدم مبارک متورم ہو جاتے۔ جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اتنی محنت کیوں کرتے ہیں، آپ کے تو اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے گئے ہیں؟ تو ارشاد فرمایا: ﴿أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا؟﴾ ''(جب اللہ نے مجھ پر اس قدر مہربانی فرمائی ہے) تو میں اس کا شکر گزار بندہ کیوں نہ بنوں؟''①

① صحيح مسلم، حديث: 2820.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب

اللہ تعالیٰ نے خاتون جنت کو جن فضائل ومناقب سے نوازا تھا ان کی مثال نہیں ملتی۔ صداقت وراست گوئی میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا کوئی جواب نہیں تھا، ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میں نے امت محمدیہ میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو راست گو نہیں دیکھا۔''[1]

[1] المستدرك للحاكم: 161/3.

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایک اور حدیث میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس طرح خراج تحسین پیش کرتی ہیں:

''میں نے نشست وبرخاست، عادات وخصائل، طرز گفتگو اور انداز کلام میں رسول اللہ ﷺ کے مشابہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ وہ زندگی کے تمام معاملات میں آپ ﷺ کی اتباع اور پیروی کرتی تھیں۔ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے پاس آتیں تو آپ ﷺ وفور محبت میں کھڑے ہوجاتے اور اپنی بیٹی کو بوسہ دیتے۔''[1]

"میں نے امت محمدیہ میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو راست گو نہیں دیکھا"

[1] صحيح ابن حبان: 377/21، الأدب المفرد.

قارئین کرام! ذرا غور فرمائیں کہ اس گھرانے میں کس قدر پیار ومحبت ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کی سوتیلی ماں تھیں مگر کس

طرح وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تعریف اور فضائل بیان کر رہی ہیں۔ میں کئی مرتبہ سوچتا ہوں کہ لوگ نجانے کس قسم کی باتیں بناتے رہتے ہیں۔ خاندان نبوت کی ان خواتین کے درمیان تو بے مثال پیار تھا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حجۃ الوداع

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نند اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بہن سیدہ ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فتح مکہ میں شریک تھیں۔

جہاں تک حجۃ الوداع کا تعلق ہے تو اس بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ وہ اس حج میں شریک تھیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے نجران سے قربانی کے اونٹ لینے کے لیے بھیجا تھا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حج کے سفر میں اپنے والد گرامی کے ساتھ تھیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق مکہ پہنچ کر عمرہ کیا اور پھر احرام اتار دیا۔ گویا انہوں نے حج تمتع ادا کیا۔ اسی دوران سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی قربانی کے جانور لیے احرام باندھے ہوئے مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ رہائش گاہ پر تشریف لائے تو دیکھا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے احرام اتار دیا ہے۔ ابھی حج میں چند دن باقی تھے۔ انہوں نے تعجب سے پوچھا کہ اے بنت رسول! یہ کیا؟ جواب دیا کہ مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔[1]

[1] مسند أحمد: 320/3.

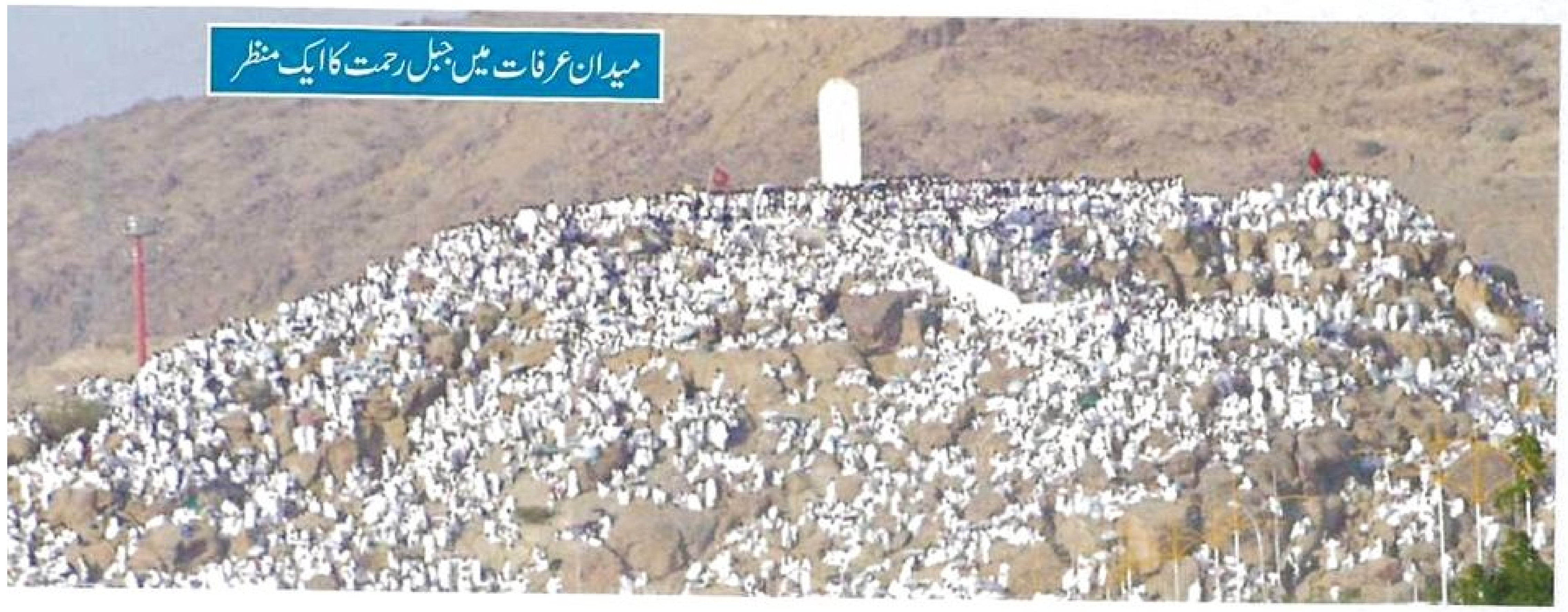

میدان عرفات میں جبل رحمت کا ایک منظر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جگر گوشۂ رسول ﷺ

اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي فَمَنْ أَغْضَبَهَا فَقَدْ أَغْضَبَنِي)

''فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔''[1] اور ایک دوسری روایت میں یوں ارشاد ہے:

(فَإِنَّمَا هِيَ بَضْعَةٌ مِنِّي يُرِيبُنِي مَا أَرَابَهَا وَيُؤْذِينِي مَا آذَاهَا)

''فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جس چیز سے اسے پریشانی ہوتی ہے اس چیز سے مجھے بھی پریشانی ہوتی ہے اور جس چیز سے اسے تکلیف پہنچتی ہے اس چیز سے مجھے بھی تکلیف پہنچتی ہے۔''[2]

① صحيح البخاري، حديث: 3714. ② صحيح البخاري، حديث: 5230.

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اپنے والد گرامی کے گھر آنا جانا رہا کرتا تھا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے قریب ہی ان کا گھر تھا۔ یہ واقعہ آپ ﷺ کی وفات سے تھوڑے دن پہلے کا ہی ہے کہ ایک دفعہ وہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ایسے دن میں تشریف لائیں، جب اللہ کے رسول ﷺ کی ان کے ہاں باری تھی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنے پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (مَرْحَبًا بِابْنَتِي) ''میری بیٹی! خوش آمدید۔'' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے دائیں یا بائیں طرف بیٹھ گئیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کان میں سرگوشی کی تو وہ رونے لگیں۔ تھوڑی دیر کے بعد

آپ ﷺ نے دوبارہ کان میں کچھ فرمایا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خوشی سے ہنسنے لگیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یہ منظر دیکھ رہی تھیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا پہلے رونا اور پھر اچانک ہنسنا ان کے لیے باعث تعجب تھا، چنانچہ انہوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا بات ہے؟ میں نے اس سے پہلے کبھی ایک ہی وقت میں آپ کو روتے اور ہنستے نہیں دیکھا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: یہ میرے والد کا راز ہے، میں اسے ظاہر نہیں کروں گی۔ کچھ ہی دنوں بعد سرور کائنات ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ایک دن دونوں ماں بیٹی اکٹھی تھیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تجسس تھا کہ اس دن کیا بات ہوئی تھی۔ انہوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھ لیا کہ اس روز بیک وقت رونے اور ہنسنے کا کیا سبب تھا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اب چونکہ آپ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں، اس لیے میں ساری بات بتا دیتی ہوں۔

پہلی مرتبہ جب آپ ﷺ نے میرے کان میں سرگوشی کی تو اپنی وفات کا وقت قریب آ جانے کی خبر دی۔ میں نے جب اپنے والد کی جدائی کی بات سنی تو شدت غم سے رونے لگی۔ دوسری مرتبہ جب آپ ﷺ نے میرے کان میں سرگوشی کی تو ارشاد فرمایا: ''بیٹی! میرے اہل بیت میں سب سے پہلے تم مجھ سے آن ملو گی۔ کیا تمہیں پسند نہیں کہ اہل جنت کی تمام عورتوں کی سرداری تمہارے پاس ہو۔ جب میں نے یہ سنا تو ہنسنے لگی۔''[1]

> ''میں نے امت محمدیہ میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو راست گو نہیں دیکھا''

① صحيح البخاري، حديث: 6286.

قارئین کرام! سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب یقیناً بہت زیادہ ہیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی بہت زیادہ لاڈلی اور پیاری تھیں۔ اوپر ہم نے متعدد ایسے واقعات ذکر کیے ہیں جن سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ آپ ﷺ کو کس قدر محبوب تھیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدہ فاطمۃ الزہراء ؓ کی فضیلت کا مسئلہ اہل سنت و جماعت کی کتابوں، خطباء اور واعظین کی تقاریر میں بڑی اہمیت کا حامل رہا ہے۔ ان کے (أَفْضَلُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ) ہونے میں کسی صحیح العقیدہ شخص کو کوئی شک نہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کو ان سے شدید محبت تھی۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''فاطمہ (ؓ) میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ جو اسے تکلیف دے گا وہ مجھے تکلیف دے گا۔''

> رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، فاطمہ (ؓ) میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ جو اسے تکلیف دے گا وہ مجھے تکلیف دے گا

سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ نے ان کے بارے میں اس طرح گواہی دی: ''میں نے نبی کریم ﷺ کے بعد سیدہ فاطمہ ؓ سے بڑھ کر اور کسی کو راست گو نہیں دیکھا''۔

سیدہ عائشہ ؓ سے ایک تابعی بزرگ نے پوچھا: ''اللہ کے رسول ﷺ سب سے زیادہ کسے محبوب رکھتے تھے؟'' ام المؤمنین ؓ نے جواب دیا: ''عورتوں میں فاطمہ ؓ کو اور مردوں میں ان کے شوہر کو۔''[1]

---

[1] المستدرك للحاكم: 3/157.

سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ راوی ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جنت کی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد، آسیہ بنت مزاحم (زوجۂ فرعون) اور مریم بنت عمران (رضی اللہ عنہن) ہیں۔''[1]

---

[1] مسند أحمد: 1/293.

سیدہ فاطمہ ؓ کا سفرِ آخرت

سیدہ فاطمہ ؓ کی عمر اس وقت انتیس سال تھی جب سرور دو عالم ﷺ کا سایۂ عاطفت سر سے اٹھ گیا۔ انہیں اپنے بابا سے بہت زیادہ محبت تھی اور اللہ کے رسول ﷺ بھی سیدہ فاطمہ ؓ سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ اسی لیے آپ ﷺ کی وفات کے بعد سے سیدہ فاطمہ ؓ نہایت مغموم رہتی تھیں اور جب تک زندہ رہیں کبھی تبسم نہیں فرمایا۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء ؓ کی وفات اللہ کے رسول ﷺ کے اس دنیا سے رخصت ہونے کے چھ ماہ بعد ہوئی۔[1] سیدہ ؓ پردے کی نہایت سخت پابند تھیں۔ انہیں اس بات کی فکر لاحق تھی کہ جب ان کا جنازہ اٹھایا جائے گا تو لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ جنازہ عورت کا ہے۔ انہوں نے اس بات کا ذکر اپنی جٹھانی سیدہ اسماء بنت عمیس ؓ سے کیا۔ سیدہ اسماء ؓ سیدنا علی ؓ کے بھائی سیدنا جعفر بن ابی طالب ؓ کی اہلیہ تھیں۔ ان کی آپس میں نہایت محبت تھی۔ انہوں نے بتایا: ''میں نے حبشہ میں عورتوں کے جنازے دیکھے ہیں۔ وہاں جنازے پر کھجور کی شاخیں تان کر اوپر کپڑا ڈال دیا جاتا ہے، اس طرح ڈولی کی شکل بن جاتی ہے اور مکمل پردہ ہو جاتا ہے۔'' سیدہ فاطمہ ؓ کو یہ طریقہ اچھا لگا۔ انہوں نے اسی وقت کھجور کی چند شاخیں منگوائیں، ان پر کپڑا تانا جس سے پردے کی صورت پیدا ہو گئی۔[2]

---

[1] الطبقات لابن سعد: 8/28. [2] المستدرك للحاكم: 3/163، والطبقات لابن سعد: 8/28.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عملی تجربے کے بعد سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے وصیت کی کہ میرا جنازہ رات کو نکلے اور اس پر اسی طرح پردہ کیا جائے۔ انہوں نے مزید کہا کہ میری وفات کے بعد مجھے سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا اور میرے شوہر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ غسل دیں۔

ان کی وفات رمضان (11) ہجری میں ہوئی۔ ان کی وصیت کے مطابق سیدہ اسماء بنت عمیس، سیدنا علی اور سلمی ام رافع رضی اللہ عنہم نے ان کے جسد خاکی کو غسل دیا۔[1]

① السيرة لابن كثير: 267/8.

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ کس نے پڑھائی۔ سیرت نگاروں نے سیدنا عباس بن عبدالمطلب، سیدنا علی بن ابی طالب اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم کے ناموں کا ذکر کیا ہے۔

اب ہم مختصراً سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کا تذکرہ کرتے ہیں۔

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما

امیر المؤمنین سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ 15 رمضان المبارک 3 ہجری/ یکم اپریل 625ء کو مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش پر آپ ﷺ اور تمام مسلمانوں کو نہایت خوشی ہوئی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے محبت سے ان کے کان میں اذان کہی اور کھجور چبا کر گھٹی دی۔[1] اس طرح سب سے پہلی خوراک جو ان کے جسم میں داخل ہوئی وہ ان کے نانا محترم سید ولد آدم ﷺ کا لعاب دہن تھا۔ گویا اس کے ساتھ ہی ان کو حلم، بردباری اور حکمت عطا ہوگئی۔

① شعب الإيمان: 390/6، وسنن أبي داود، حديث: 5105.

ان کا نسب نامہ نہایت اعلیٰ اور پاکیزہ ہے۔ یہ قریشی اور ہاشمی سردار تھے۔ ان کے والد سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین، عشرہ مبشرہ میں سے ایک اور بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے تھے۔ دادا سردار ابوطالب مکہ مکرمہ کی باوقار شخصیت تھے، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کی محبت کسی سے مخفی نہیں ہے۔ ہر چند

"والد گرامی سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ''حرب'' نام تجویز کیا مگر آپ ﷺ نے بدل کر ''حسن'' رکھا"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا مگر انہوں نے آپ ﷺ کا قدم قدم پر ساتھ دیا اور مشکل ترین وقت میں اپنے بھتیجے کا بھرپور دفاع کیا۔ آپ ﷺ کے پردادا سردار عبدالمطلب بنو ہاشم کے قائد اور سربراہ تھے ان کی قیادت اور سیادت سے کون انکار کرسکتا ہے۔

والد گرامی سیدنا علی ؓ نے ''حرب'' نام تجویز کیا مگر آپ ﷺ نے بدل کر ''حسن'' رکھا۔ (1)

ساتویں دن عقیقہ کیا، ان کے سر کے بال منڈوائے اور بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ میں دی۔ (2) اللہ کے رسول ﷺ کو ان سے غیر معمولی محبت تھی۔ ابتدائی زندگی نانا اور والدین کے سایۂ عاطفت میں گزری۔ شکل وصورت میں اللہ کے رسول ﷺ سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ نہایت خوبصورت اور حسن وجمال میں یکتا تھے۔ رسول ﷺ ان کے ہونٹوں کو چوما کرتے تھے۔

''ارے دیکھو! یہ جتنا اللہ کے رسول ﷺ کے مشابہ ہے اتنا اپنے باپ (علی ؓ) کے مشابہ نہیں''

(1) المستدرك للحاكم: 3/180. (2) جامع الترمذي، حديث: 1519.

سیدنا حسن ؓ رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے

ایک مرتبہ سیدہ فاطمہ ؓ نے اپنے لخت جگر کو گود میں اٹھایا ہوا تھا۔ سیدنا علی ؓ بھی موجود تھے۔ بچے سے پیار کرتے ہوئے فرمانے لگیں: ''ارے دیکھو! یہ جتنا اللہ کے رسول ﷺ کے مشابہ ہے اتنا اپنے باپ (علی ؓ) کے مشابہ نہیں۔'' (1)

(1) البداية والنهاية: 8/35.

یہی بات ایک مرتبہ سیدنا ابوبکر صدیق ؓ نے بھی آپ ﷺ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد فرمائی

تھی۔ ایک مرتبہ صدیق اکبر ؓ نے نماز عصر پڑھائی اور سیدنا علی ؓ کے ہمراہ چلتے چلتے باہر نکل گئے۔ سیدنا حسن ؓ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ صدیق اکبر ؓ نے انہیں اپنے کندھے پر اٹھالیا اور فرمانے لگے: ''ارے دیکھو تو! اس بچے کی شکل وشباہت اللہ کے رسول ﷺ سے ملتی جلتی ہے اور سیدنا علی ؓ سے زیادہ نہیں ملتی۔'' سیدنا علی ؓ یہ سن کر مسکرادیے۔ (1)

(1) صحيح البخاري، حديث: 3542.

قارئین کرام! ذرا قلم پکڑیں اور کاغذ پر لکھنا شروع کریں کہ کائنات میں کوئی ایسی شخصیت ہے جس کے والد، والدہ، نانا، نانی، ماموں، خالہ، پھوپھی، چچا سب کے سب أَكْرَمُ النَّاس یعنی معزز ترین شخصیات ہوں۔ ان کی والدہ سیدہ فاطمۃ الزہراء ؓ خاتون جنت، والد گرامی سیدنا علی بن ابی طالب ؓ، نانا محترم سید ولد آدم محمد بن عبداللہ ﷺ، نانی سیدہ خدیجہ ؓ جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور آپ ﷺ پر اپنی ساری دولت نچھاور کردی، چچا سیدنا جعفر طیار ؓ، پھوپھی سیدہ ام ہانی بنت ابی طالب ؓ، ماموں قاسم، عبداللہ اور ابراہیم ؓ اور خالائیں سیدات زینب، رقیہ اور ام کلثوم ؓ تھیں۔ کیا کائنات میں ان سے اعلیٰ شرف ونسب والا کوئی شخص ہوسکتا ہے؟ سیدنا حسن ؓ کے شجرۂ نسب پر نظر دوڑائیں تو وہ بلاشبہ حسب ونسب کے لحاظ سے بہترین مقام کے حامل ہیں۔

صحیح مسلم میں سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا حسن ؓ سیدنا حسین ؓ اور ان کے والد اور والدہ پر چادر ڈالی اور فرمایا: ''اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، ان سے ناپاکی دور کردے اور انہیں اچھی طرح پاکیزہ بنادے۔'' (1)

(1) صحيح مسلم، حديث: 2424.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدنا حسن وحسین رضی اللہ عنہما

جنت کے نوجوانوں کے سردار

سیدنا ابوسعید خدری، سیدنا عبداللہ بن عمر اور سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَأَبُوهُمَا خَيْرٌ مِّنْهُمَا)

''حسن اور حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں اور ان کے والد ان دونوں سے بہتر ہیں۔''①

① سنن ابن ماجه، حديث: 118.

ترمذی میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سیدنا حسن کو اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے چل رہے تھے۔ ایک آدمی نے کہا: اے جوان! تجھے اٹھانے والی سواری کیا ہی عمدہ ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یہ سوار بھی بہت اچھا ہے۔''①

① جامع الترمذي، حديث: 3784.

نبی کریم ﷺ کے پیارے نواسے

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کو کتنی محبت تھی، اس کا اندازہ ان واقعات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے، سجدے میں گئے تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی پیٹھ پر سوار ہوگئے۔ جب تک وہ

اپنی مرضی سے پیٹھ سے نیچے نہ اترے آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک سجدے سے نہیں اٹھایا۔①

① مسند أبي يعلى: 141/7.

آپ ﷺ ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے:

(إِنَّهُ رَيْحَانَتِي مِنَ الدُّنْيَا وَإِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَعَسَى اللّٰهُ أَنْ يُّصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ)

''یہ دنیا میں میری خوشبو ہے۔ یہ میرا سردار بیٹا ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔''①

① مسند أحمد: 51/5.

''میرا سردار بیٹا ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا''

ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ جمعے کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ آپ ﷺ نے سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کو لڑکھڑا کر اپنی طرف آتے دیکھا تو خطبہ روک کر منبر سے نیچے اترے اور ان دونوں کے پاس تشریف لے گئے۔ انہیں اپنی گود میں اٹھا کر دوبارہ منبر پر تشریف لے آئے۔ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سچ فرماتا ہے:

﴿إِنَّمَآ أَمْوَٰلُكُمْ وَأَوْلَٰدُكُمْ فِتْنَةٌ﴾

''بلاشبہ تمہارے اموال اور اولاد آزمائش ہیں۔''①

میں نے ان دونوں کو چلتے اور لڑکھڑاتے دیکھا تو خود پر قابو نہ رکھ سکا اور اتر کر ان کے پاس جا پہنچا۔②

① سورة التغابن: 15۔ ② جامع الترمذي، حديث: 3774.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے رسول ﷺ کو سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے بڑی محبت تھی، وہ بیان کرتے ہیں: آپ ﷺ مجھے پکڑ کر اپنی ران پر بٹھا لیتے اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو دوسری ران پر بٹھا لیتے اور پھر ہم دونوں کو اپنے سینے سے لگا کر فرماتے: ''اے اللہ! ان دونوں سے محبت فرما بے شک میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔'' [1]

① صحيح البخاري، حديث: 3735،6003.

مسند احمد میں حدیث ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ سیدنا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما بھی آپ کے ساتھ تھے۔ ایک بیٹا ایک کندھے پر اور دوسرا بیٹا دوسرے کندھے پر تھا۔ آپ ﷺ دونوں کو باری باری بوسہ دے رہے تھے۔ ایک شخص نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ ان دونوں سے محبت کرتے ہیں، ارشاد فرمایا: ''جس نے ان دونوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے نفرت کی اس نے مجھ سے نفرت کی۔'' [1]

① مسند أحمد: 2/440.

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ ذرا بڑے ہوئے تو اپنے نانا محترم کی تربیت میں رہے۔ اللہ کے رسول ﷺ اکثر اوقات سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے تو آواز دیتے کہ چھوٹا کہاں ہے؟ چنانچہ جب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو ان کو سینے سے لگاتے، ان کو چومتے اور ان کے لیے دعائیں کرتے۔ [1]

① مسند أحمد: 2/532.

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ نے وتروں کے لیے دعائے قنوت سکھائی: (اَللّٰهُمَّ! اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ......) [1]

① سنن أبي داود، حديث: 1427.

سیرت نگاروں نے کتنے ہی ایسے واقعات بیان کیے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے لیے بہت سے مواقع پر دعائیں فرمائیں اور خود ان کی تربیت فرمائی۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اپنے والد کی نظر میں

ایسے بیٹوں کے تذکرے سے تو تاریخ بھری پڑی ہے جو اپنے والدین کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ مگر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اس لحاظ سے منفرد تھے کہ ان کے والد گرامی ان کی بہت عزت اور احترام کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے اپنے صاحبزادے سے کہا: ''میرے بیٹے! میں آپ کی تقریر سننا چاہتا ہوں۔'' عرض کی کہ مجھے آپ کے سامنے تقریر کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے، چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ وہاں سے تشریف لے گئے اور ایک ایسی جگہ بیٹھ گئے جہاں سے وہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو نظر نہیں آ رہے تھے۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطاب کرنا شروع کیا اور نہایت فصیح و بلیغ تقریر فرمائی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے نور نظر کی تقریر سن رہے تھے۔ بیٹے کی خطابت سے اتنا متاثر ہوئے کہ جب بیٹے کو دیکھا تو ارشاد فرمایا:

ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

''یہ ایک دوسرے کی اولاد تھے اور اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔'' [1]

مطلب یہ تھا کہ شاباش! آپ ایک عالم اور خطیب باپ کے عالم اور خطیب بیٹے ہیں۔ [2]

① آل عمران: 134۔ ② البداية والنهاية: 8/38.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاریخ کے پلٹتے اوراق

جس وقت نبی کریم ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوئے اس وقت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی عمر سات یا آٹھ سال تھی۔ اس کے بعد ان کی مشفق والدہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی محض چھ ماہ بعد اپنے والد گرامی سے جاملیں۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان کی عمر زیادہ نہ تھی، کم سنی کا زمانہ تھا۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا طرز عمل ان کے ارشادات سے واضح ہے۔ ان کا یہ حکم عام تھا کہ اہل بیت کے معاملے میں ان سے آپ ﷺ کی قرابت کا خیال رکھو۔

جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے بھی اہل بیت کے ساتھ نہایت عمدہ سلوک کیا۔ یہ دور مسلمانوں کے لیے سنہری دور تھا۔ خوب فتوحات ہوئیں اور بے حد وحساب مال غنیمت آیا، چنانچہ امیر المؤمنین نے بیت المال کی مضبوطی پر توجہ دی مسلمانوں کو بیت المال سے باقاعدہ سالانہ وظائف دیے جاتے تھے۔ سب سے زیادہ رقم ان صحابہ کے لیے تجویز کی گئی جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور ان کے چھوٹے بھائی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اگرچہ غزوۂ بدر کے وقت پیدا بھی نہ ہوئے تھے مگر اس کے باوجود ان کا مقام ومرتبہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دل میں اتنا زیادہ تھا کہ ان کو بدری صحابہ رضی اللہ عنہم کے برابر، یعنی پانچ پانچ ہزار درہم سالانہ وظیفہ ملتا تھا۔[1] سیدنا عمر فاروق اور سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہما کا وظیفہ بھی اتنا ہی تھا۔ جس رجسٹر میں وظیفہ پانے والوں کا اندراج تھا ان میں سب سے پہلا نام آپ ﷺ کے چچا سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا تھا، دوسرا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا اور تیسرا سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا تھا۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ہاں اہل بیت کا کیا مرتبہ ومقام تھا۔

[1] البداية والنهاية: 38/8.

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ جوان ہو چکے تھے۔ وہ ان کے خالو تھے، اس لیے ان کا رویہ اور برتاؤ بھی نہایت شفقت آمیز تھا۔ انہی کے دور میں انہوں نے جہاد میں عملاً حصہ لیا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ 30 ہجری میں سیدنا سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں طبرستان میں فوج کشی ہوئی تو اس میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے بھی حصہ لیا تھا۔[1]

[1] البداية والنهاية: 38/8، أحداث سنة: (30) من الهجرة.

اسلامی تاریخ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت نہایت الم ناک باب ہے۔ جب ان کے خلاف فتنے کا طوفان اٹھا اور باغیوں نے ان کے گھر کا محاصرہ کرلیا تو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں صاحب زادوں سیدنا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کی حفاظت کے لیے متعین فرمایا۔[1] وہ ان کی حفاظت کے دوران زخمی بھی ہوئے۔ باغی اس دروازے سے داخل نہ ہوسکے جہاں ان کا پہرہ تھا۔ تاہم باغی ایک دوسری دیوار پھاند کر اندر پہنچ گئے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اثنائے تلاوت قرآن کریم شہید کردیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

[1] البداية والنهاية: 38/8.

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے بعد سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں بہت سے ناخوشگوار واقعات رونما ہوئے۔ کچھ شر پسند عناصر نے دونوں جانب غلط فہمیاں پیدا کر کے مسلمانوں کو آپس میں لڑا دیا اور ان جنگوں میں بہت سے لوگ قتل ہوگئے۔ ان لڑائیوں سے مسلمانوں کی وحدت میں خاصی کمزوری واقع ہوئی۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اپنے والد کے شانہ بشانہ رہے۔ ان کی طبیعت میں نرمی تھی۔ لڑائی جھگڑے سے مزاجاً دور رہتے تھے۔ ہر چند کہ وہ جنگ جمل اور جنگ صفین میں شریک تھے مگر اس میں بھی بجز شرکت کے ان کا کوئی خاص عملی حصہ مستند روایات سے ثابت نہیں ہوتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت اور ان کے سنہرے فیصلے

رمضان 40 ہجری میں جب سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی کے ہاتھوں شہادت ہوئی تو اس کے بعد خلافت کے لیے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی۔ خلافت سنبھالنے کے چار ماہ بعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اہل شام اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اہل عراق کو ساتھ لے کر جنگ کے لیے نکلے۔ دجلہ اور فرات کے درمیان ایک جگہ پر دونوں لشکر آمنے سامنے آئے۔

روایات کے مطابق اسی جگہ بعد میں بغداد شہر کی بنیاد رکھی گئی۔

> "میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ ایسا لشکر ہے جو اس وقت تک پیٹھ نہ پھیرے گا جب تک وہ اپنے مدمقابل کو قتل نہ کر دے"

جیسا کہ گزشتہ سطور میں ذکر ہوا کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ طبعاً صلح کے خواہاں اور نرم مزاج تھے، انہوں نے اندازہ لگا لیا کہ یہ دونوں فوجیں مسلمان ہیں، دونوں طرف ہی جانباز، دلیر اور فنِ حرب وضرب سے آگاہ لوگ ہیں، چنانچہ جب تک دونوں میں سے کوئی ایک گروہ مکمل تباہ نہ ہو جائے اس وقت تک وہ شکست تسلیم نہیں کرے گا۔ اور آپس کی جنگوں کا نتیجہ تو ہمیشہ تباہی و بربادی کی صورت ہی میں نکلتا ہے۔ اس گھرانے کے امت مسلمہ پر بے شمار احسانات ہیں۔ ایک بڑا احسان اس نواسۂ رسول رضی اللہ عنہ نے یہ کیا کہ

فرات کے کنارے واقع عراقی شہر کا ایک منظر

جیسے ہی صلح کے لیے ساز گار حالات پیدا ہوئے انہوں نے صلح کی پیشکش کو قبول کرنے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں کی۔

کتب تاریخ وحدیث میں بڑی تفصیل سے یہ ذکر ہے کہ کس طرح یہ صلح ہوئی تھی۔ امام بخاری نے صحیح بخاری کی (کتاب الصلح) میں باقاعدہ ایک باب قائم کیا ہے جس میں صلح کی تفاصیل کا ذکر ہے۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ سیدنا حسن ﷺ کی فوج پہاڑوں کی مانند سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھی۔ تو سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج کے ایک ذمہ دار تھے، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: ''میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ ایسا لشکر ہے جو اس وقت تک پیٹھ نہ پھیرے گا جب تک وہ اپنے مدمقابل کو قتل نہ کر دے۔'' سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ اگر یہ ان لوگوں کو اور وہ انھیں قتل کر دیں تو لوگوں کے معاملات اور ان کی عورتوں اور بچوں کا ذمہ دار کون ہوگا؟ یعنی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جنگ کے ہولناک نتائج کا تذکرہ کیا، چنانچہ انہوں نے اس وقت عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر کو صلح کی پیشکش کے ساتھ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی طرف بھیجا۔[1]

[1] صحيح البخاري، حديث: 2704.

فریقین نے آپس میں مل بیٹھ کر صلح کی شرائط طے کیں۔ بعض اہم شرائط کچھ اس طرح سے تھیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① سب کو بلا استثنا امان دی جائے گی۔

② کوئی عراقی محض بغض وکینہ کی وجہ سے نہ پکڑا جائے گا۔

③ صوبہ اہواز کا کل خراج سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے لیے مخصوص کر دیا جائے گا اور انہیں سالانہ دو لاکھ درہم دیے جائیں گے۔

④ وظائف وعطیات میں بنو ہاشم کو بنو امیہ پر ترجیح دی جائے گی۔

ان شرائط پر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سختی سے عمل کیا اور قائدین کے تدبر اور فہم وفراست کے باعث امت کے حق میں اس صلح کے بہت شاندار نتائج ظاہر ہوئے۔ مسلمانوں نے باہم متحد ہو کر دشمن کا ہر میدان میں مقابلہ کیا۔ لوگوں میں خوش حالی آئی اور اسلامی حکومت نہایت مستحکم ہو گئی۔ [1]

① سير أعلام النبلاء: 3/264، والبداية والنهاية: 7/617.

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے اس نازک اور پر آشوب موقع پر جو کردار ادا کیا یہ امت کے حق میں انتہائی مفید ثابت ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ پیش گوئی بھی ثابت ہوئی:

'إِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ'

''میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرا دے۔'' [1]

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے اس مصالحانہ اقدام سے لوگ بہت خوش ہوئے اور اس سال کو ''عام الجماعۃ'' یعنی مسلمانوں میں اتفاق واتحاد کا سال قرار دے دیا گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی قدر ومنزلت میں مزید اضافہ ہو گیا۔ [2]

① صحيح البخاري، حديث: 2704. ② فتح الباري: 13/80.

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے شب و روز

ان کے شب و روز اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزرتے، وہ لوگوں کی حاجات پوری کرنے میں سبقت لے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کے ایک شخص سے پوچھا: ''مجھے جناب حسن رضی اللہ عنہ کے معمولات کے بارے میں بتاؤ؟'' اس نے کہا: ''امیر المؤمنین! وہ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد سورج طلوع ہونے تک مسجد ہی میں ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔ اشراق کی نماز کے بعد مختلف قبائل کے سرداران کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور گفتگو کرتے ہیں، پھر وہ اٹھ کر امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے پاس تشریف لے جاتے ہیں اور انہیں سلام کہتے ہیں۔ بسا اوقات انہیں تحائف بھی پیش کرتے ہیں۔ اس کے بعد وہ اپنے گھر تشریف لے جاتے ہیں۔'' [1] امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا: ''ہم میں ایسی خوبی کہاں پائی جاتی ہے۔''

"امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا: ''ہم میں ایسی خوبی کہاں پائی جاتی ہے"

① البداية والنهاية: 8/38.

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا تقویٰ اور تواضع

آپ نے ایک شخص کو دیکھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے بارے میں بہت زیادہ غلو سے کام لے رہا تھا اور ان کی تعریف ومحبت کے بلند بانگ دعوے کر رہا تھا۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہارا ناس ہو! ہم سے صرف اللہ کی خاطر محبت کرو۔ اگر ہم اہل بیت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں تو اللہ کے لیے ہم سے محبت کرو اور اگر ہم اس کی نافرمانی کریں تو اللہ ہی کی خاطر ہم سے نفرت کرو۔

"اگر ہم اہل بیت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں تو اللہ کے لیے ہم سے محبت کرو اور اگر ہم اس کی نافرمانی کریں تو اللہ ہی کی خاطر ہم سے نفرت کرو"

اس شخص نے کہا: آپ کو کیا فکر ہے؟ آپ تو اللہ کے رسول کی اولاد اور ان کے خاندان کے لوگ ہیں۔ آپ ؓ نے جواب میں فرمایا: تیرا ناس ہو، اگر اللہ کی اطاعت کے بغیر رسول اللہ ﷺ سے رشتہ داری کام دیتی تو ہمارے اجداد کو دیتی اور رسول اللہ کے دیگر رشتہ دار جو کفر پر اڑے رہے ان بدنصیبوں کو آپ ﷺ کی قرابت کوئی کام دیتی۔ اللہ کی قسم! مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں ہم میں سے نافرمانوں کو اللہ تعالیٰ دگنے عذاب سے دوچار نہ کر دے کہ تم لوگ اولاد رسول ہو کر میرے نافرمان رہے۔ اسی طرح مجھے یہ بھی امید ہے کہ ہم میں سے جو شخص اللہ کی اطاعت کرے گا اسے عام لوگوں سے دوگنا اجر وثواب دیا جائے گا۔ ہمارے بارے میں اللہ سے ہمیشہ ڈرتے رہو اور ہمارے متعلق حق بات کہو۔ اسی میں تمہارا بھلا ہے اور اسی طرز عمل سے ہم بھی خوش رہیں گے۔[1]

① طبقات ابن سعد: 5/319، 320۔

سیدنا حسن ؓ کی دانائی

ابو ہشام القناد ایک کاروباری آدمی تھے۔ وہ بصرہ سے سامان تجارت خریدتے اور مدینہ منورہ لا کر فروخت کرتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ سیدنا حسن ؓ مجھ سے خریداری کے وقت نرخوں پر خاصی

بحث کرتے۔ (مراد یہ تھی کہ کم نرخوں پر مجھ سے چیزیں خریدتے) اور تھوڑی دیر کے بعد خریدی ہوئی اشیاء وہیں کھڑے کھڑے لوگوں میں تقسیم کر دیتے۔ ان کو تعجب ہوتا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے تو یہ نرخوں پر خاصی بحث کر رہے تھے، کم سے کم نرخوں پر خرید رہے تھے مگر تھوڑی دیر بعد وہی چیزیں مفت میں بانٹ رہے ہیں۔ ایک مرتبہ انہوں نے اپنی اس حیرانی کا ذکر سیدنا حسن ؓ سے کیا تو آپ نے جواب میں جو کچھ فرمایا وہ سننے، یاد رکھنے اور عمل کرنے کے لائق ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''مؤمن کو ایسا ہونا چاہیے کہ اسے آسانی سے دھوکہ نہ دیا جا سکے۔''[1]

"مؤمن کو ایسا ہونا چاہیے کہ اسے آسانی سے دھوکہ نہ دیا جا سکے"

① تاریخ بغداد، رقم الحدیث: 1405.

سیدنا حسن ؓ کا یہ اقدام کس قدر دانائی اور حکمت پر مبنی تھا۔ آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سی خرابیوں اور کرپشن کی بنیاد یہ ہے کہ سیاسی قائدین اور ذمہ داران لوگوں کو کچھ دینے کے بجائے ان کے حقوق دبانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر رسول اللہ ﷺ سے براہ راست تربیت پانے کے بعد سیدنا حسن ؓ کا طریقہ کار یہ تھا کہ آپ ضرورت مندوں اور عام لوگوں پر اپنی جیب سے زر کثیر خرچ کیا کرتے تھے۔

سیدنا حسن ؓ کی کمال سخاوت

سیدنا حسن بن علی ؓ نہایت درجہ سخی تھے اور کیوں نہ ہوتے آپ سخیوں کے سردار سرور دو عالم ﷺ کے تربیت یافتہ تھے۔ نبی کریم ﷺ جب سخاوت فرماتے تو اس طرح عطا کرتے کہ آپ کو تنگدستی کا کوئی خدشہ نہ ہوتا۔ آپ ﷺ کی جود وسخا کے رنگ کی گہری جھلک سیدنا حسن ؓ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی زندگی میں نظر آتی ہے۔ ان کی جودوسخا کے بہت سے واقعات کتب سیرت وتاریخ میں موجود ہیں۔

محمد بن سیرین ؒ کہتے ہیں: ''ایک مرتبہ سیدنا حسن ؓ نے ایک ہی شخص کو ایک لاکھ درہم عطا کردیے۔'' ایک بار کسی شخص کو بارگاہ الٰہی میں یہ دعا کرتے ہوئے سنا: یا اللہ! مجھے دس ہزار درہم کا مالک بنادے۔ سیدنا حسن ؓ فوراً گھر گئے اور ایک خادم کے ہاتھ دس ہزار درہم اس شخص کی طرف بھجوادیے۔''

''ایک بار مدینہ طیبہ میں ایک باغ کی دیوار کے قریب سے گزر رہے تھے کہ ایک کالے غلام کو دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں روٹی تھی۔ وہ ایک لقمہ خود کھاتا اور دوسرا ایک کتے کو کھلاتا۔ آپ نے سبب پوچھا تو اس نے کہا: مجھے اکیلے کھاتے ہوئے شرم محسوس ہوئی۔ پوچھا: تم کس کے غلام ہو؟ اس نے کہا: ابان بن عثمان کا۔ پوچھا: اور یہ باغ کس کا ہے؟ اس نے کہا: یہ بھی انہی کا ہے۔ فرمایا: میرے آنے تک اسی جگہ ٹھہرو۔ فوراً گئے، غلام اور باغ کی قیمت ادا کرکے اسے خرید لیا۔ آکر غلام سے کہا: میں نے تمہیں باغ سمیت خرید لیا ہے۔ اس نے عرض کی: میرے آقا! میرے لیے کیا حکم ہے؟ فرمایا: تم اللہ کی راہ میں آزاد ہو اور یہ باغ تمہارا ہے۔ اس نے کہا: جس اللہ کے نام پر آپ نے مجھے یہ باغ دیا اسی کے نام پر میں اس کو حاجت مندوں کے لیے وقف کرتا ہوں۔''①

① البداية والنهاية: 39/8.

سیدنا حسن ؓ کی زندگی میں کم از کم تین مرتبہ ایسا ہوا کہ انہوں نے اپنے مال کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور ہر مرتبہ آدھا مال اللہ کی راہ میں تقسیم کردیا۔ ایک بار سیدنا امیر معاویہ ؓ نے ان کی خدمت میں ایک لاکھ درہم ارسال کیے تو جو لوگ ان کے پاس بیٹھے تھے تمام رقم فوری طور پر انہی میں تقسیم کردی۔ ہر ایک کے حصے میں دس ہزار درہم آئے۔ ایک بار انہیں معلوم ہوا کہ سیدنا اسامہ بن

زید ؓ بہت بیمار ہیں۔ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو وہ سخت غمزدہ نظر آئے۔ پوچھا: آپ کو کیا فکر ہے؟ آپ تو اللہ کے رسول ﷺ کے محبوب ہیں۔ انہوں نے حزن ویاس میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا: میرے ذمے ساٹھ ہزار درہم قرض ہے اور ادائیگی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ سیدنا حسن ؓ نے فرمایا: فکر نہ کریں یہ قرض میں ادا کروں گا۔ یہ سن کر سیدنا اسامہ ؓ کے چہرے پر اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔①

① الحسن بن علي بن أبي طالب، للدكتور علي محمد الصلابي، ص: 297

سیدنا حسن ؓ کے اقوال

آپ ؓ کے اقوال بہت پُرحکمت اور علم وعرفان پر مبنی ہیں۔ آپ ؓ کا قول ہے: دس چیزیں کسی انسان کے اعلیٰ اخلاق کی دلیل ہیں:

① زبان سے ہمیشہ سچ بولنا۔ ② میدان جنگ میں ثابت قدم رہنا۔ ③ سائل کو عطا کرنا۔ ④ لوگوں سے حسن خلق سے پیش آنا۔ ⑤ لوگوں کے حسن سلوک کا عمدہ بدلہ دینا۔ ⑥ صلہ رحمی کرنا۔ ⑦ پڑوسی سے حسن سلوک کرنا۔ ⑧ حق دار کا حق پہچاننا۔ ⑨ مہمان کی عمدہ خدمت کرنا۔ ⑩ انسان کا حیادار ہونا اور یہ خوبی سب سے بڑھ کر ہے۔①

① شعب الإيمان للبيهقي: 10/162.

سیدنا حسن ؓ فرماتے ہیں: انسان کے لیے سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ اس کا اخلاق اچھا نہ ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی معاملہ فہمی اور حاضر جوابی

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ میں معاملہ فہمی، حاضر جوابی وافر مقدار میں پائی جاتی تھی۔ ایک مرتبہ آپ نہا دھو کر بالوں میں کنگھی کر کے اور انتہائی عمدہ لباس پہن کر گھر سے نکلے۔ راستے میں انہیں ایک یہودی ملا جس کی حالت انتہائی خستہ تھی۔ پھٹا پرانا لباس پہن رکھا تھا۔ گرمی اور دھوپ اسے ستا رہی تھی۔ اس نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا: نواسۂ رسول! ایک بات میرے ذہن میں کھٹک رہی ہے، اس کا جواب تو دیجیے۔ آپ کے نانا (ﷺ) نے فرمایا ہے:

(اَلدُّنیَا سِجنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْکَافِرِ)

''دنیا مؤمن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔''

لیکن یہاں تو معاملہ الٹ دکھائی دے رہا ہے۔ آپ انتہائی فراخی اور فارغ البالی سے عمدہ زندگی گزار رہے ہیں۔ دنیا آپ کے لیے جنت بنی ہوئی ہے جبکہ میں انتہائی تنگدستی اور عسرت میں زندگی بسر کر رہا ہوں۔ شب و روز کی سختیوں نے زندگی کو میرے لیے جہنم بنا رکھا ہے۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے پورے اعتماد سے فوری جواب دیتے ہوئے کہا: ''اللہ تعالیٰ نے آخرت میں جنت کی نعمتوں کی صورت میں ہمارے لیے جو کچھ تیار کر رکھا ہے اس کے مقابلے میں دنیا قید خانہ ہی ہے۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کے لیے آخرت میں جہنم اور عذاب کی صورت میں جو مصیبتیں تیار کر رکھی ہیں ان کے مقابلے میں دنیا کی یہ زندگی ان کے لیے جنت ہی کی طرح ہے۔''[1]

[1] الحسن والحسین لمحمد رشید رضا، ص: 32و 33۔

سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کے دوسرے بیٹے سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ 3 شعبان 4 ہجری کو مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ وہ اپنے بڑے بھائی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے ایک سال چھوٹے تھے۔ یہ قریشی تھے، ہاشمی تھے۔ سید ولد آدم محمد ﷺ کے نہایت پیارے اور لاڈلے نواسے تھے۔ راقم نے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی سیرت کے ذکر میں لکھا تھا کہ اس کائنات میں کوئی ایسی دوسری شخصیت نہیں ہے جس کا نسب نامہ اتنا اعلیٰ وارفع ہو جتنا سبط رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ اور پھر جو الفاظ میں نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھے تھے وہی اس عظیم شخصیت کے بارے میں بھی لکھے دیتا ہوں کہ آپ اپنے ہاتھ میں کاغذ قلم پکڑیں اور پوری انسانیت کی تاریخ میں تلاش کریں کہ اس کائنات میں کون سی ایسی شخصیت ہے جس کا والد، جس کی والدہ، جس کا نانا، جس کی نانی، جس کی خالہ، جس کی پھوپھی، جس کا ماموں، جس کا چچا سب

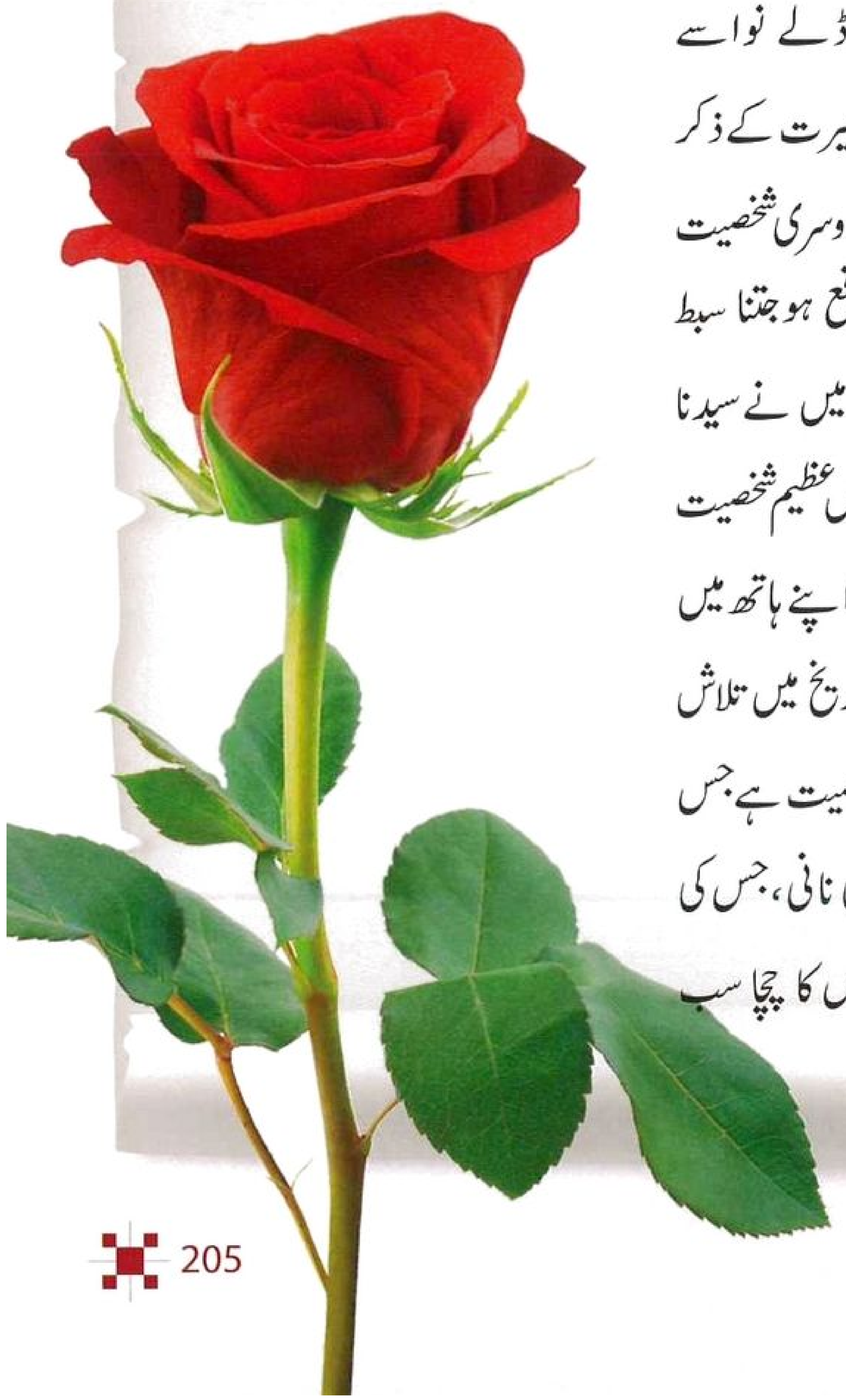

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے سب اعلیٰ ترین خاندان اور معزز ترین نسل سے تعلق رکھتے ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ ہمارے قارئین اس عظیم گھرانے کے بارے میں یقیناً بہت کچھ جانتے ہوں گے۔ وہ ان سے محبت اور پیار کرتے ہیں۔ مگر صرف یاد دہانی کے لیے لکھے دیتا ہوں کہ سیدنا حسین ؓ وہ شخصیت ہیں کہ ان کی والدہ سیدہ فاطمہ بتول ؓ ہیں، والد محترم سیدنا علی ؓ ہیں، ان کے نانا سرور کونین محمد ﷺ ہیں۔ ان کی نانی سیدہ خدیجہ ؓ ہیں۔ ان کی پھوپھی سیدہ ام ہانی ؓ ہیں۔ ان کے ماموں جناب قاسم، طیب، طاہر اور ابراہیم ؓ ہیں۔ ان کے چچا سیدنا جعفر طیار ؓ ہیں۔

"سیدنا حسن ؓ سر سے سینے تک اور سیدنا حسین ؓ سینے سے قدموں تک رسول اللہ ﷺ سے مشابہ تھے"

یہ وہ مقدس گھرانہ ہے جس کو پوری انسانی تاریخ میں سب سے زیادہ عزت وشرف والا شمار کیا گیا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

«إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اصْطَفٰى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ، وَاصْطَفٰى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ، وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ، وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ»

''اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل میں سے بنو کنانہ کا انتخاب کیا، پھر بنو کنانہ میں سے قریش کو چن لیا، قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب فرمایا اور بنو ہاشم میں سے میرا انتخاب ہوا۔''①

① صحیح مسلم، حدیث: 2276.

اس سے اندازہ کر لیں کہ یہ کتنا مقدس اور محترم گھرانہ تھا۔ سیدنا حسین ؓ پیدا ہوئے تو اللہ کے رسول ﷺ کو بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ نومولود کے کان میں اذان کہی اور بچے کے منہ میں پہلی غذا کے طور پر اپنے لعاب دہن کے ساتھ کھجور ملا کر داخل فرمائی۔① سیدنا علی ؓ نے بچے کا نام حرب تجویز کیا مگر آپ ﷺ نے بدل کر حسین رکھا۔② ساتویں دن عقیقہ کیا۔ سر کے بال اتروائے اور بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ کی۔ سیدنا حسین بن علی ؓ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔

① شعب الإيمان: 390/6، وسنن أبي داود، حديث: 5105. ② المستدرك للحاكم: 180/3.

سیر اعلام النبلاء میں ہے کہ دونوں بھائی اپنے نانا کی تصویر تھے۔ سیدنا حسن ؓ سر سے سینے تک اور سیدنا حسین ؓ سینے سے قدموں تک آپ ﷺ سے مشابہ تھے۔①

① سير أعلام النبلاء: 250/3.

حسنین کریمین ؓ کی تربیت

دونوں سیدزادے دنیا میں ریحانۃ الرسول تھے۔ مدینہ طیبہ میں ان کے نانا محترم کے علاوہ بے شمار لوگ تھے جو ان سے شدید محبت کرتے تھے۔ مدینۃ الرسول میں آپ ﷺ کی ازواج مطہرات تھیں جو ان سے محبت کرتیں۔ ان کی خالائیں بھی تھیں۔ دیگر رشتے داروں کے علاوہ مدینہ طیبہ میں مہاجرین اور انصار تھے جو ان کی ایک ایک ادا پر دل وجان سے فدا تھے۔ سیدنا حسن وحسین ؓ ان خوش قسمت نفوس میں سے تھے جن کی تربیت خود اللہ کے رسول ﷺ نے فرمائی۔ ان کو ہمیشہ لقمۂ حلال کھانے کو ملا۔

ذرا اس حدیث نبوی پر غور فرمائیے کہ مسجد نبوی میں صدقے کی کھجوروں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ سیدنا حسن اور حسین ؓ ابھی چھوٹے تھے، وہ کھجوروں کے ڈھیر سے کھیلنے لگ گئے، ان میں سے ایک نے کھجور لی اور اپنے منہ میں ڈال لی۔ اللہ کے رسول ﷺ اپنے ننھے سے نواسے کو دیکھ رہے تھے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے ان کے منہ میں انگلی ڈال کر اسے باہر پھینک دیا اور فرمایا: کِخْ کِخْ بیٹا! اس کو نکال دو، تھوک دو، ہم بنو ہاشم ہیں، ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں ہے۔ [1]

[1] صحیح البخاري، حدیث: 1491و1485.

اس واقعے سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حسنین کریمین ؓ کی کتنی عمدہ تربیت ہوئی تھی۔ اس گھرانے میں تواضع تھی اور غریبوں، مسکینوں کے ساتھ پیار تھا۔ ہر چند کہ یہ بڑے لوگ تھے۔ مگر ان کی تربیت کرنے والی وہ عظیم خاتون سیدہ فاطمہ ؓ تھیں جنہوں نے اپنے بچوں کی تربیت اس نہج پر کی کہ وہ نہایت متواضع شخصیت کے مالک بنے۔ ان میں فخر وتکبر نام کو نہ تھا۔

اس عظیم خاتون کے تربیت یافتہ فرزند ارجمند سیدنا حسین ؓ ایک مرتبہ کچھ مساکین کے پاس سے گزرے جو اکٹھے زمین پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ نواسۂ رسول ﷺ کو دیکھا تو لجاجت سے عرض کی: حضرت! تشریف لایئے، ہمارے ساتھ کھانے میں شرکت فرمایئے۔ سیدنا حسین ؓ اپنی سواری سے نیچے اترے، ان کے ہمراہ زمین پر بیٹھے اور یہ کہتے ہوئے ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہوگئے کہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ان کے ساتھ کھانا کھا کر فارغ ہوئے تو نواسۂ رسول ان کے ساتھ اظہار یکجہتی کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (قَدْ أَجَبْتُكُمْ فَأَجِيبُونِي) ''میں تو آپ لوگوں کی دعوت قبول کر چکا، اب آپ لوگ بھی میری دعوت قبول کریں۔'' ان کے لیے اس سے بڑھ کر اعزاز واکرام کی کیا بات ہوسکتی تھی؟ یک زبان ہو کر بولے: (نَعَمْ) ''ہاں ہاں، ہم آپ

> رسول اللہ ﷺ نے حسین ؓ کے منہ میں انگلی ڈال کر کھجور باہر پھینک دی اور فرمایا: کِخْ کِخْ بیٹا! اس کو نکال دو، ہم بنو ہاشم ہیں، ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں ہے

کی دعوت قبول کرتے ہیں۔'' سیدنا حسین ؓ ان کو ہمراہ لیے ہوئے گھر تشریف لائے اور پھر تاریخ نے آپ ؓ کے یہ الفاظ اپنے سینے میں محفوظ کر لیے۔ اپنی زوجۂ محترمہ ''رُباب'' سے فرمایا: (أَخْرِجِي مَا كُنْتِ تَدَّخِرِينَ) ''اپنی جمع شدہ پونجی نکال لاؤ۔'' پھر اس مال کو ان مساکین میں تقسیم کر دیا۔ [1]

[1] تاریخ دمشق: 14/181.

قارئین کرام: کون مسلمان ہوگا جو ان عظیم شخصیات سے محبت نہ کرتا ہوگا۔ میرا یہ عقیدہ ہے کہ تمام اہل سنت والجماعت نہ صرف سیدنا حسین ؓ بلکہ تمام اہل بیت ؓ سے نہایت گہری اور سچی محبت کرتے ہیں۔ اس میں کون سی شک کی بات ہے کہ اس گھرانے نے اسلام کے لیے بے حد قربانیاں دیں۔ سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ اس کے لیے بے حد مصائب برداشت کیے۔ خلفائے راشدین خاندانِ نبوت، اہل بیت اور ابتدا میں اسلام قبول کرنے والوں کے ساتھ نہایت عزت واحترام سے پیش آتے تھے اور انہیں اوروں پر ترجیح دیتے تھے۔

دربارِ فاروقی کی ترجیحات

میں قارئین کی توجہ ایک واقعہ کی طرف دلا کر آگے بڑھوں گا یہ واقعہ میں نے اپنی کتاب سنہرے اوراق ص: 48 میں لکھا ہے کہ یہ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق ؓ کا دروازہ ہے۔ یہاں پر سیدنا سہیل بن عمرو ؓ بعض دیگر اہل ایمان سرداران قریش کے ساتھ جمع ہیں۔ یہ سب لوگ ملاقات کے لیے امیر المؤمنین کے بلاوے کے منتظر ہیں۔ اسی اثنا میں سیدنا صہیب رومی، بلال بن رباح ؓ اور بعض دیگر غلام جو غزوۂ بدر میں شریک تھے، ملاقات کے لیے آگئے۔ سیدنا عمر ؓ نے اپنے دربان سے کہہ کر سیدنا بلال ؓ اور ان کے ساتھیوں کو فوراً ملاقات کے لیے اندر بلوا لیا۔ سردارانِ قریش اس بات پر سیخ پا ہوئے کہ ان غلاموں کو تو ملاقات کے لیے فوراً اجازت مل گئی جبکہ انہیں انتظار میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بٹھا دیا گیا ہے اور ان کی طرف نظر التفات بھی نہیں کی گئی۔ وہ ابھی اس قسم کی گفتگو کر ہی رہے تھے کہ سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے، جو اپنے وقت کے نہایت دانا، سمجھ دار اور خطیب آدمی تھے، شرکاء کو مخاطب کیا اور فرمایا:

''اے قوم! اللہ کی قسم! میں نے تمہارے چہروں پر غصے اور ناراضی کی علامتیں دیکھی ہیں۔ دیکھو! غصہ و ناراضی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر نہیں بلکہ اپنے آپ پر کرو۔ قوم کو دعوتِ حق دی گئی اور تمہیں بھی یہ دعوت ملی مگر ان کمزور لوگوں نے اس دعوت کو فوراً قبول کر لیا جبکہ تم لوگوں نے تاخیر کی اور آج ان کے مقابلے میں پیچھے رہ گئے۔ ایمان کی وہ فضیلت جس کے ذریعے یہ غریب و مسکین لوگ تم لوگوں پر سبقت لے گئے، تم لوگ اس فضیلت سے محروم رہنے پر زیادہ افسوس کرو۔ اس دروازے میں پہلے داخل نہ ہونے پر زیادہ افسوس نہ کرو۔'' پھر فرمایا:

''اے لوگو! یہ فقراء جس نعمت کے ذریعے تم سے آگے نکل چکے ہیں وہ تمہیں معلوم ہے۔ اللہ کی قسم! جس درجے پر وہ پہنچ چکے ہیں، وہاں تک تمہاری رسائی تب ممکن ہے جب تم جہاد فی سبیل اللہ سے خود کو مربوط کر لو، ممکن ہے اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت دے دے (اور تم بھی اعلیٰ درجات کے مستحق بن سکو۔)'' یہ کہہ کر سیدنا سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنے کپڑے جھاڑے اور چل دیے۔ [1]

[1] الاستیعاب: 221/2.

قارئین کرام بات دراصل یہ ہے کہ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قریش کے ان بڑے سرداروں کے مقابلے میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اور ان جیسے فقراء و مساکین کو ان کے قدیم الاسلام ہونے کی وجہ سے ترجیح دی۔ اسلام کے نزدیک یہی اصل میں عزت کا معیار ہے کہ کون کس قدر اللہ کا فرماں بردار ہے۔ دنیاوی جاہ و حشمت اور دولت مندی عزت و شرف کا باعث نہیں ہے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے پیار و محبت

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے بہت پیار اور شفقت کا سلوک فرماتے تھے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حد درجہ ان کا احترام کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تاریخ کے روشن دور میں ایک وقت ایسا آتا ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تمام بدری صحابہ رضی اللہ عنہم کا وظیفہ مقرر کرتے ہیں۔ آپ نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے لیے بھی پانچ پانچ ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا۔ حالانکہ غزوۂ بدر کے موقع پر وہ پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ [1]

> ''ہمارے سر پر جو عزت کا تاج ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے بعد خاندانِ نبوت کی برکت کی وجہ سے ہے''

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں کے لیے بے پناہ قدر و منزلت تھی۔ ان محبتوں کا اظہار ایک دن یوں ہوا کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے کہا: پیارے بیٹے! آپ ہمارے پاس ملاقات کے لیے کیوں نہیں آتے؟ چنانچہ ایک دن سیدنا حسین رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ اس واقعے کے راوی وہ خود ہیں۔ فرماتے ہیں: میں وہاں گیا تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ علیحدگی میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بعض اہم امور پر مشورہ کرنے میں مصروف تھے۔ خود ان کا بیٹا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اجازت نہ ملنے کی وجہ سے وہاں کھڑا تھا۔ دل میں خیال آیا کہ اگر بیٹے کو ملاقات کی اجازت نہیں مل رہی تو مجھے کہاں ملے گی۔ یہ سوچ کر میں واپس آ گیا۔ کچھ وقت گزرا تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ پوچھا: بیٹے! آپ آئے نہیں۔ عرض کی: میں حاضر ہوا تھا مگر آپ رضی اللہ عنہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تخلیے میں مصروف تھے، میں نے دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کا بیٹا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ رضی اللہ عنہ دروازے پر منتظر تھا، اسے اجازت نہیں ملی تو میں بھی پلٹ آیا۔

① البداية والنهاية: 38/8.

یہ سن کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں جو جواب دیا اسے ذرا غور سے پڑھیں۔ فرمایا: ''آپ میری ملاقات کے میرے بیٹے عبداللہ سے زیادہ مستحق ہیں۔'' سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھتے ہوئے فرمایا: ''ہمارے سر پر جو عزت کا تاج ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کے بعد خاندانِ نبوت کی برکت کی وجہ سے ہے۔''[1]

① تاريخ دمشق: 174/14.

قارئین کرام: ذرا ان واقعات کو غور سے پڑھیں اور اندازہ کریں کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دلوں میں اہل بیت کے لیے کتنی محبت اور عقیدت تھی۔ میں آگے بڑھنے سے پہلے یہ وضاحت کر دوں کہ ہم اہل سنت والجماعت کے یہاں اہل بیتِ رسول انتہائی مکرم ومحترم اور بلند ترین درجے کی حامل شخصیات ہیں۔ اہل سنت والجماعت ان کے حقوق کا، جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائے ہیں، تحفظ کرتے چلے آئے ہیں۔ وہ ان سے محبت کرتے ہیں، ان کا خیال رکھتے ہیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق عمل کرتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے دن ارشاد فرمائی تھی:

(أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي)

''میں تمہیں اپنے اہل بیت کے (حقوق کے) بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈراتا ہوں۔''[1]

① صحيح مسلم، حديث: 2408.

اہل سنت والجماعت اس وصیت کے نفاذ میں سعادت مند قرار پاتے ہیں۔ وہ نہ تو بعض انتہا پسند لوگوں کی طرح ہیں جو سیدنا حسین اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کی محبت میں انتہائی غلو کے مرتکب ہوتے ہیں حتی کہ انہیں بعض اوقات نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی آگے بڑھا دیتے ہیں بلکہ انہیں مقام الٰہی تک

پہنچا دیتے ہیں اور نہ ان لوگوں کی طرح ہیں جو اہل بیت سے بغض رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو خطرے میں ڈال لیتے ہیں۔

قارئین کرام! ان سطور کے راقم کو الحمد للہ تمام اہل بیت کے ساتھ انتہا درجے کی محبت ہے۔ میں ان کی محبت کو ایمان کا حصہ سمجھتا ہوں۔ میرے نزدیک انہیں کسی بھی قسم کی قولی یا فعلی اذیت دینا حرام ہے۔ میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ قیامت کے دن ہمارا حشر ان اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہو۔

> ''حسن اور حسین دونوں بھائی جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔''

لمحۂ فکریہ!

مگر ساتھیو! ہم اس بات پر غور کیوں نہ کریں کہ ہمیں ان کی محبت کے لیے غیر مستند قصے کہانیوں کی کیا ضرورت ہے؟ کتنے ہی ایسے واقعات ہیں جو درست نہیں ہیں۔ لوگ انہیں اپنی تقریروں میں، اپنی تحریروں میں بیان کرتے اور لکھتے ہیں۔ ہم یہ پوری دیانت داری سے سمجھتے ہیں کہ روشنی کے ان میناروں کی عظمت وشان کے اظہار کے لیے خود ساختہ واقعات کی کوئی ضرورت ہے نہ ان کی اس طرح شان بڑھتی ہے۔ یہ گھرانہ تو وہ مقدس اور مبارک گھرانہ ہے جس کی رفعت، بلندی اور شان اللہ تعالیٰ نے خود بڑھا دی ہے۔ میں جب بھی ان نفوس قدسیہ کی سیرت پر غور کرتا ہوں تو مجھے چشم تصور سے مدینہ طیبہ میں ننھے سے حسین رضی اللہ عنہ نظر آتے ہیں جن کے ہونٹوں کو سرور کونین رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم چوما کرتے تھے۔ ایک دن جب وہ اپنے بھائی حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ سرخ لباس پہنے مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔ چھوٹے چھوٹے معصوم گرتے پڑتے اپنے نانا محترم کی طرف آگے بڑھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رہ نہ سکے۔ منبر سے نیچے اترے اور ان دونوں بھائیوں کو گود میں اٹھا کر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

إِنَّمَآ أَمْوَٰلُكُمْ وَأَوْلَٰدُكُمْ فِتْنَةٌ

''تمہارے اموال اور اولاد آزمائش ہیں۔''

میں نے اپنے بیٹوں کو گرتے پڑتے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو صبر نہ کر سکا اور خطبہ درمیان میں منقطع کر کے منبر سے اترا اور ان دونوں کو گود میں اٹھا لیا۔[1]

[1] جامع الترمذي، حديث: 3774.

اللہ کے رسول ﷺ ان دونوں بھائیوں سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے۔ ایک روز آپ ﷺ نے اللہ کے حکم کے ساتھ ان دونوں کو ایک اعزاز عطا فرمایا کہ

(اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ)

''حسن اور حسین دونوں بھائی جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔''[1]

یاد رہے کہ ان کی والدہ سیدہ فاطمہ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ ہیں۔

[1] جامع الترمذي، حديث: 3768.

قارئین کرام! اہل بیت اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ساری خوبیاں ایک طرف اور آپ ﷺ کی زبان اقدس سے ان کے لیے نہ صرف جنت کی بشارت بلکہ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہونے والی بشارت کو ایک طرف رکھ دیا جائے تو اکیلی یہ بشارت ہی ان کے محترم، باوقار، باعزت اور اعلیٰ و افضل ہونے کے لیے کافی ہے۔

سیدنا محسن بن علی رضی اللہ عنہما

شادی کے تین چار سال بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنگن میں تیسرا پھول کھلا۔ جس سے گھر میں خوب رونق ہوئی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کا نام حرب رکھا۔ رسول اللہ ﷺ کا شانۂ علی میں تشریف لائے اور فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ، تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ عرض کی: ''حرب'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں، یہ محسن ہے۔ سیدنا محسن بن علی رضی اللہ عنہما بچپن ہی میں وفات پا گئے تھے۔ مستند اور معتبر کتبِ تاریخ میں ان کے تفصیلی حالات نہیں ملتے۔[1]

[1] أسد الغابة: 4/54.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہا

5 ہجری میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام زینب رکھا گیا، انہوں نے اپنے بھائیوں کی طرح اپنے نانا محترم محمد رسول اللہ ﷺ سے محبت اور پیار حاصل کیا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گود میں پلنے والی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نہایت لاڈلی تھیں لیکن اس کے باوجود ان کی تربیت بہت مثالی ہوئی تھی۔ ان میں جرأت و بہادری اور حق گوئی شروع دن ہی سے تھی۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنی زندگی میں بہت سے نشیب وفراز دیکھے۔ ابھی چند سال کی تھیں کہ نانا محترم اور والدہ ماجدہ کی محبت اور شفقت سے محروم ہوگئیں۔

رسول اللہ ﷺ کی لختِ جگر زینب رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی امامہ رضی اللہ عنہا تھوڑے عرصے کے بعد ان کی والدہ بن کر حرمِ علی رضی اللہ عنہ میں آگئیں جس سے سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہا کو بہت خوشی ہوئی۔ گھر کی رونق ایک مرتبہ پھر عروج پر پہنچ گئی۔

سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہا کی شادی

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی لختِ جگر سیدہ زینب کا نکاح اپنے بھتیجے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے کر دیا۔ شادی کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں وقفے وقفے سے چار بیٹے علی، عون، عباس، محمد اور ایک بیٹی ام کلثوم پیدا ہوئی۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے شب و روز

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نہایت ذہین، سمجھدار اور بہادر خاتون تھیں۔ صوم وصلاۃ کی پابند تھیں۔ تہجد بہت اہتمام سے پڑھا کرتی تھیں حتی کہ سانحۂ کربلا کے موقع پر بھی ان کی تہجد نہیں چھوٹی۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں بہت سی خصائل حمیدہ جمع کر دیں تھیں۔ سخاوت میں بے مثال تھیں، نہایت فصیح وبلیغ اور قوت گویائی کا خوب ملکہ رکھتی تھیں۔ عظیم بہن اپنے بھائی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ میدان کربلا میں موجود تھیں۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے تمام مناظر دیکھے اور نہایت صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما

6 ہجری میں سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے آنگن میں ایک کلی کھلی جس کا نام ام کلثوم رکھا گیا۔ یہ امیر المؤمنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی لختِ جگر، حسنین کریمین کی بہن اور رسول اللہ ﷺ کی نواسی تھیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کو ان کی پیدائش پر بہت خوشی ہوئی۔ انہوں نے بھی اپنے نانا محترم سے بہت پیار حاصل کیا۔ یہ بہت مقدس گھرانہ تھا جہاں اعلیٰ اخلاقی اقدار موجود تھیں۔ سیدہ ام کلثوم نہایت ذہین، سمجھدار اور نیک و صالح خاتون تھیں۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا ابھی چند سال کی تھیں کہ وہ محبت کرنے والے نانا محترم اور چند ماہ بعد شفیق و مہربان والدہ محترمہ سے محروم ہوگئیں۔ إنا لله و إنا إليه راجعون.

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے یکے بعد دیگرے بہت سے صدمے برداشت کیے سیدہ رضی اللہ عنہا فطری طور پر پریشان اور اداس رہنے لگی تھیں کہ سیدہ امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا ان کی والدہ بن کر حرمِ علی رضی اللہ عنہ میں آ گئیں۔ سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کے آتے ہی انہیں دلی اطمینان اور نہایت خوشی ہوئی۔ سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا نے بھی ان کی خوب دیکھ بھال کی اور نہایت عمدہ تربیت کی۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی عمر گیارہ سال کے قریب تھی کہ امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس ام کلثوم کے لیے پیغامِ نکاح بھیجا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنی بیٹیوں کے لیے اپنے بھائی جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کا انتخاب کیا ہے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دوبارہ پیغامِ نکاح بھیجا اور کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ میری نسبی اور سسرالی رشتے داری کے سوا تمام نسبی، سببی اور سسرالی رشتہ داریاں (قیامت کے دن) ختم ہو جائیں گی، میرا نبی ﷺ سے سببی تعلق بھی تھا اور نسبی بھی، میں چاہتا ہوں کہ ان کے ساتھ سسرالی تعلق بھی قائم ہو جائے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو چالیس ہزار درہم حق مہر ادا کیا۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس گئے اور کہنے لگے: مجھے شادی کی مبارکباد دو۔ انہوں نے مبارکباد دی اور کہا: امیر المؤمنین! آپ نے کس سے شادی کی ہے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی (ام کلثوم) سے جو رسول اللہ ﷺ کی نواسی ہے۔ اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے:

(كُلُّ نَسَبٍ وَسَبَبٍ وَصِهْرٍ مُنْقَطِعٌ إِلَّا نَسَبِي وَصِهْرِي)

”قیامت کے دن تمام نسبی سببی اور سسرالی رشتہ داریاں میری نسبی اور سسرالی رشتہ داریوں کے سوا ٹوٹ جائیں گی۔“[1]

[1] صحيح الجامع، حديث: 4564 و المستدرك للحاكم: 3/153۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میاں بیوی کی مثالی زندگی

اس جوڑے کی زندگی نہایت مثالی تھی، آپس میں خوب پیار ومحبت تھا۔ ایک دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی رفیقۂ حیات سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو بلایا تو وہ رو رہی تھیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رونے کا سبب دریافت کیا تو کہنے لگیں: امیر المؤمنین! یہ یہودی (کعب احبار)[1] کہتا ہے کہ آپ جہنم کے دروازوں میں سے کسی دروازے پر ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جیسے اللہ کی رضا، لیکن مجھے امید ہے کہ اللہ نے مجھے سعادت مند پیدا کیا ہے۔

① کعب احبار نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلام قبول کر لیا تھا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کعب احبار کو بلا کر اس بارے میں پوچھا تو وہ کہنے لگے: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ہم آپ کو جہنم کے دروازوں میں سے کسی دروازے پر موجود پاتے ہیں کہ آپ لوگوں کو جہنم میں گرنے سے روک رہے ہیں، جب آپ وفات پا جائیں گے تو لوگ قیامت تک جہنم میں گرتے رہیں گے۔[1]

① الطبقات لابن سعد:3/332.

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی اولاد

شادی کے تھوڑے عرصہ بعد سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے آنگن میں ایک پھول کھلا جس کا نام زید رکھا گیا۔ کچھ عرصے بعد ایک کلی کھلی جس کا نام رقیہ رکھا گیا۔[1]

① الإصابة:8/293، حرف الكاف.

امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کا نکاح اپنے بھتیجے عون بن جعفر سے کر دیا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بھائی محمد بن جعفر نے اور ان کے بعد عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے ان سے نکاح کیا۔ انہی کے عقد میں سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا سفر آخرت

سیدہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے سیدنا زید بن عمر رحمہ اللہ ایک رات بنو عدی کے بعض افراد کے درمیان صلح کرانے کے لیے گئے تھے کہ کسی آدمی نے رات کی تاریکی میں انہیں زخمی کر دیا۔ بالآخر وہ شہید ہو گئے۔ جیسے ہی ان کی والدہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو ان کی شہادت کی اطلاع ملی تو اُن پر غشی طاری ہو گئی اور اسی حالت میں وہ وفات پا گئیں۔ إنا للّٰه و إنا إليه راجعون.

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی فرمائش پر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی سوتیلی والدہ (سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا) اور بھائی سیدنا زید بن عمر رحمہ اللہ کا جنازہ پڑھایا۔ عظیم ماں اور عظیم بیٹے کو ایک ہی وقت میں سپرد خاک کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبروں پر اپنی رحمت کی بارش برسائے۔ آمین.[1]

① الإصابة:8/293.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قصص ذهبية من حياة
سيده خديجه رضي الله عنها
(باللغة الأردية)

زیرنظر کتاب میں مسلمانوں کی عظیم ماں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کے ان تمام پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے جو مسلم بچیوں اور خواتین کے لئے ہی نہیں مردوں کے لیے بھی مشعل راہ ہیں۔ یہ ہماری وہ عظیم ماں ہیں جو دور جاہلیت میں بھی طاہرہ کے لقب سے مشہور تھیں۔

کتاب میں سیدہ کی عقل وفہم، دینداری، ایمانداری، اخلاص، ثابت قدمی، وفاشعاری اور مجاہدانہ کردار کو ایسے انداز میں پیش کیا گیا ہے گویا قاری اسی دور میں موجود ہے اور ام المؤمنین کی زندگی کا بچشم خود مشاہدہ کر رہا ہے۔ کتاب میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کے اہم ترین واقعات کے ساتھ ساتھ ان کی اولاد اور اہل بیت کی زندگی پر بھی ایک طائرانہ نظر ڈالی گئی ہے۔

اس سارے عمل میں تحقیق کے اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ضعیف و بے اصل واقعات سے اجتناب کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ یہ کتاب امت مسلمہ کی خواتین کے لیے مشعل راہ ثابت ہوگی۔

دار السلام
کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
9786035001649
دار السلام
DARUSSALAM

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ